دارالعلوم دیوبند

کوکب نورانی اوکاڑوی

اتنی آوازوں میں تیری کون سی آواز ہے؟

☆ دیوبند، انڈیا کے ایک قصبے کا نام ہے جو بھارت کے صوبے اتر پردیش (یوپی) میں مشہور ہے، تاریخی تذکروں میں درج تحریروں کے مطابق غیاث الدین تغلق کے دور حکومت میں شاہ ہارون چشتی نام کے ایک صوفی بزرگ نے اتر پردیش کے جس علاقے میں بسر کی اسے ان کی وجہ سے "شاہ ہارون پور" کہا گیا جسے مقامی لوگوں نے اپنے تلفظ میں سہارن پور بنا دیا، اب یہ بھارت کے اس صوبے اتر پردیش کا ایک ضلع ہے، اسی ضلع میں دیوبند کا قصبہ ہے مورخین نے اس کے کئی نام لکھے ہیں، دیوی بلاس، دیوی کنڈ، دیبی بن اور دیوبند۔ ایک روایت یہ بھی کسی کے قول کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس قصبے کے قلعے میں دیوؤں کو بند کیا تھا اس لیے اس کا نام دیوبند ہے۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مطابق یہاں درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان گھرا ہوا کسی دیوی کا ایک مندر ہے جس کے پیش نظر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دیوبند کو دیوی بن (دیوی کا جنگل) کی بگڑی ہوئی شکل تصور کرنا چاہیے۔

فیروز اللغات فارسی میں ہے کہ دیوبند کا لفظ سب سے پہلے قارون کے لیے استعمال ہوا۔ یہ اس کا لقب تھا۔ اور ایران کے بادشاہ جمشید کے لیے بھی یہ لقب پکارا گیا۔ قارون کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شدید مخالف تھا اور ان کی بددعا سے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

☆ اس علاقے دیوبند میں چھتہ مسجد قدیم یادگار ہے، دیوبند میں حضرت حاجی سید محمد عابد حسین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے اس مسجد کا تذکرہ متعدد کتابوں میں ہے، حاجی صاحب نے جمعرات ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء کو اسی مسجد میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی، اس مدرسے کو کچھ برس کے بعد دارالعلوم دیوبند کا نام دیا گیا لیکن حاجی محمد عابد صاحب نے اس دارالعلوم سے تعلق نہ رکھا، وہ علمائے دیوبند سے نظریاتی اختلاف کی وجہ سے اس دارالعلوم سے وابستہ نہ رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی پہلی عمارت کی بنیاد ۱۲۹۲ھ میں ۲ ذی الحجہ کو رکھی گئی۔ اگر حاجی عابد حسین والے "مدرسہ عربی اسلامی" کو دارالعلوم دیوبند شمار کیا جائے تو اس کے بانی حاجی صاحب ہی ہیں البتہ ۱۲۹۲ھ میں جس

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی اس کے بانیوں میں جناب محمد قاسم نانوتوی بھی شامل ہیں۔

مورخین تذکرہ نگاروں اور محققین نے اس بارے میں حقائق اپنی تحریروں میں محفوظ کر دیے ہیں، جناب محمد قاسم نانوتوی کو دارالعلوم دیوبند کا بانی صرف ۱۲۹۲ھ میں رکھی جانے والی بنیاد کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کیوں کہ ۱۲۸۳ھ میں حاجی سید محمد عابد صاحب نے جب مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی اس وقت نانوتوی صاحب میرٹھ میں تھے وہ ۱۲۹۰ھ تک میرٹھ اور دہلی میں رہے اور حاجی سید محمد عابد صاحب کے اس مدرسے کے قیام کے تقریباً آٹھ برس بعد وہ دیوبند آئے۔

نانوتوی صاحب کے پوتے قاری محمد طیب جب دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہوئے تو انہوں نے اس دارالعلوم کا بانی اپنے دادا محمد قاسم نانوتوی کو قرار دیا جب کہ دارالعلوم کے قیام کی تاریخ وہ شمار کی جو حاجی سید محمد عابد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ عربی اسلامی کی تھی۔ علمائے دیوبند قاری محمد طیب کی پیروی کرتے ہوئے یہی لکھتے کہتے ہیں کہ دارالعلوم ۱۲۸۳ھ میں قائم ہوا، اور بانی کی جگہ محمد قاسم نانوتوی کا نام لکھا جاتا ہے جو بلاشبہ واقعہ کے خلاف یعنی جھوٹ ہے۔

☆ علمائے دیوبند خود کو مسلکی طور پر "ولی اللہی" کہتے لکھتے ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک صدر مدرس جناب انور شاہ کشمیری کے بیٹے انظر شاہ کشمیری خود اپنے قلم سے لکھتے ہیں کہ مسلک دیوبند چودھویں صدی کی پیداوار ہے، محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی سے پہلے کی کسی شخصیت سے اس مسلک کا کوئی تعلق نہیں۔ انظر شاہ کشمیری کی یہ تحریر دیوبندی مذہب کے ایک جریدے ماہ نامہ البلاغ۔ کراچی ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ میں طبع ہوئی۔ (اسی نظریاتی اور مسلکی اختلاف کی وجہ سے حاجی سید محمد عابد صاحب نے دارالعلوم دیوبند اور نانوتوی سے قطع تعلق کیا)

جناب سید محبوب رضوی کی مرتب کی ہوئی کتاب "تاریخ دارالعلوم دیوبند" جلد اول کے ص ۴۴ پر بھی ہے کہ "جناب محمد قاسم نانوتوی ہی دارالعلوم دیوبند کے بنیادی فکر کے ہمہ اوست تھے"۔ (مطبوعہ ادارہ اہتمام دارالعلوم دیوبند، یوپی طبع اول ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء)

☆ دارالعلوم دیوبند کے قائم ہونے کی تاریخ ۱۲۸۳ھ شمار کر کے ماہ محرم ۱۴۲۲ھ میں پاکستان کے شہر پشاور میں ڈیڑھ سو سالہ جشن منایا گیا۔ حالاں کہ اس تاریخ کے حوالے سے بھی صرف 139 برس گزرے ہیں اور عیسوی تقویم کے لحاظ سے ۱۸۶۷ سے ۲۰۰۱ء تک صرف

134 برس کا عرصہ شمار ہوتا ہے۔ اور ۱۲۹۲ھ سے ۱۴۲۲ھ تک کی مدت صرف ۱۳۰ برس ہوتی ہے۔ یوں اس جشن کو ڈیڑھ سو سالہ جشن قرار دینا بھی خلاف واقعہ ہے۔

☆ علمائے دیوبند میں دن منانا اور تاریخ کے تعین سے دن منانا تو کسی طرح جائز ہی نہیں۔ چناں چہ محسنین اسلام کے ایام منانے بالخصوص عید میلاد النبی ﷺ اور گیارہویں شریف اور عرس وغیرہ منانے کے حوالے سے دیوبندی وہابی علماء کہلانے والوں کی تحریروں میں شدید مخالفت اور سخت الفاظ موجود ہیں بلکہ جشن میلاد شریف منانے والوں کا نکاح تک قائم نہ رہنے کی باتیں ان کی تحریروں میں درج ہیں۔ اور نبی پاک ﷺ کی آمد کا جشن منانا انہوں نے بری بدعت، فضول خرچی اور جانے کیا کیا قرار دیا ہے۔ انہی لوگوں کو ۱۹۸۰ء میں دار العلوم دیوبند کا سو سالہ اور اس کے بیس برس بعد ڈیڑھ سو سالہ جشن مناتے ہوئے خود اپنے فتوے اور اپنا مذہب یاد نہیں رہا۔

☆ دار العلوم دیوبند کا سو سالہ جشن مناتے ہوئے ہندو مشرک عورت اندرا گاندھی سے افتتاح کرانا بھی دیوبندی مذہب کی یادگار ہے۔ اس سے پہلے یہ لوگ ہندو دوستی میں ایک ہندو لیڈر کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھانے کی سنگین حرکت بھی کر چکے ہیں۔

☆ پاکستان میں دیوبندی مسلک کے وابستگان نے "جیش محمد" کے عنوان سے جہادی تنظیم قائم کر رکھی ہے اور "ضرب مومن" کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی شائع کرتے ہیں۔ یہاں یہ لوگ جہاد کشمیر کا دم بھرتے ہیں لیکن دار العلوم دیوبند کے ڈیڑھ سو سالہ جشن میں کسی کو کشمیر کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرنے دی گئی بلکہ تحریک پاکستان کے شدید مخالف جناب حسین احمد مدنی کے فرزند جناب اسعد مدنی کو اس ڈیڑھ سو سالہ کانفرنس اور جشن کا مہمان خصوصی بنا کر مدعو کیا گیا، انہوں نے جہاد کشمیر کو بغاوت قرار دیا اور اس میں شہید ہونے والوں کو شہید قرار دینے کی شدید مخالفت کی بلکہ انہیں باغی کہا۔ (دیوبندی مفتی محمود کے بیٹے فضل الرحمٰن بھی جہاد کشمیر کو جہاد نہیں مانتے بلکہ وہ پاکستان کے قیام سے ابھی تک ناخوش ہیں ان کی یہ باتیں پاکستان کے تمام اخباروں میں شائع ہو چکی ہیں۔

یہ بھی ملاحظہ ہو:۔

جدہ سے شائع ہونے والے اخبار "اردو نیوز" کی ۲۷ جون ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں یہ خبر شامل ہے۔

"دارالعلوم دیوبند کی جانب سے کارگل جانے والے جوانوں کا خیر مقدم

نئی دہلی (نمائندہ اردو نیوز) ہفتہ کو دارالعلوم دیوبند کے سینکڑوں طلباء اور سرکردہ لوگوں نے کارگل میں محاذ جنگ پر جانے والے جوانوں کا شاندار خیر مقدم کیا، اطلاعات کے مطابق شہر میں ایک جلوس نکال کر پاکستانی کارروائی کی مذمت کی گئی، صبح ہی سے لوگوں نے اکٹھے ہو کر جوانوں کو ٹھنڈے مشروبات پلائے اور انہیں کھانے کے پیکٹ دیئے، فوجیوں نے بھی خیر مقدم کا جواب مسکراہٹوں کے ساتھ دیا"۔

☆ دارالعلوم دیوبند کا ڈیڑھ سو سالہ جشن مناتے ہوئے یہ بھی کہا لکھا گیا کہ "تحریک پاکستان کی ابتداء بھی دارالعلوم دیوبند سے ہوئی"۔ حالاں کہ تحریک پاکستان کے قائداعظم محمد علی جناح کا جنازہ پڑھانے والے دیوبندی عالم جناب شبیر احمد عثمانی خود اپنی ایک کتاب "مکالمۃ الصدرین" میں حقائق بیان کر چکے ہیں کہ دیوبندی علماء کی اکثریت قیام و تحریک پاکستان کی مخالف تھی اور دیوبندی مفتی محمود تو آخر تک فخریہ کہتے رہے کہ "شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے"۔

مفتی محمود صاحب کے فرزند جناب فضل الرحمن کے بارے میں روزنامہ قومی اخبار کراچی ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء کے اداریہ میں یہ جملہ درج ہے کہ انہوں نے لاہور کے ایک موقر ہفت روزہ کو انٹرویو میں کہا "پاکستان ایک فراڈ اعظم ہے جو اسلام کے نام پر کھیلا گیا تھا۔" اسی اداریے میں مفتی محمود صاحب کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ "وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔" "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" نامی کتاب میں متعدد علمائے دیوبند کے حوالے سے تفصیلی دستاویزی حقائق درج ہیں۔

☆ تحفظ ختم نبوت کی تحریک کا سہرا بھی دیوبندی علماء اپنے سر باندھنا چاہتے ہیں اور اسی حوالے سے انہوں نے "مجلس تحفظ ختم نبوت" نام کی تنظیم بھی قائم کر رکھی ہے جب کہ ان کے مزعومہ بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب "تحذیرالناس" میں "خاتم النبیین" کے معنی آخری نبی تسلیم نہیں کیے اور لکھا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آ جائے تو نبی پاک ﷺ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (معاذ اللہ) نانوتوی صاحب نے نبوت کا دروازہ کھولا تو

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور آج تک قادیانی بھی خاتم النبیین کے الفاظ کا وہی معنی کرتے ہیں جو نانوتوی نے لکھا ہے۔ دیوبندی علماء قادیانیوں کے خلاف فتوے تو دینے لگے ہیں لیکن اپنے نانوتوی سے دفاع کرتے ہیں، اس کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیتے۔

☆ تحریک ریشمی رومال کے حوالے سے علمائے دیوبند یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ تحریک ان کا بڑا کارنامہ تھی۔ اپریل ۱۹۸۸ء میں شائع ہونے والے کراچی کے ایک جریدے "شوٹائم" میں دیوبندی عالم محمد شاہ امروٹی نے یہ انکشاف کیا کہ ریشمی رومال تحریک کا راز کس نے فاش کیا یعنی "انگریزوں کو اس خفیہ تحریک کی مخبری کس نے کی؟ اپنے انٹرویو میں محمد شاہ امروٹی نے واضح کہا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ اطلاعات انگریزوں کو پہنچانے کا "کارنامہ جناب اشرفعلی تھانوی نے انجام دیا۔ چناں چہ محمد شاہ امروٹی نے کہا کہ تھانوی صاحب کہتے تھے کہ "انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کہا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر فوائد حاصل کیے جائیں۔"

• شاہ امروٹی نے کہا کہ اشرفعلی تھانوی کے بھائی بھارت میں انگریز حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے یعنی سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے انہی کے ذریعے اشرفعلی تھانوی انگریزوں کو مسلمانوں کی مخبری کرتے تھے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ریشمی رومال تحریک کے حوالے سے "یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی، اور یہ بھیدی اشرفعلی تھانوی تھے"۔

☆ "سپاہ صحابہ" کے نام سے علمائے دیوبند ہی کی ایک تنظیم دیواروں پر "شیعہ کافر" لکھتی ہے، حکومت نے بھی اسے دہشت گرد تنظیم قرار دیا ہے، تمام شیعوں کو کافر قرار دینے والی اس دیوبندی تنظیم کے فکری رہنما جناب رشید احمد گنگوہی کو "مطاع الکل" لکھا کہا جاتا ہے وہ اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

"جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے (کافر قرار دے) وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے، اور وہ اپنے اس کبیرہ (بڑے گناہ) کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا" (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲/۱۴۱، مطبوعہ دہلی) اس فتوے میں واضح ہے کہ کسی صحابی کو کافر قرار دینے والا شخص خود سنی ہی رہے گا، اس فتوے پر سپاہ صحابہ خود اپنے گنگوہی صاحب کو کچھ نہیں

کہتے بلکہ انہیں غوث اعظم اور جانے کیا کیا مانتے لکھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

☆ علمائے دیوبند کی تحریکوں، دعووں اور تحریروں ہی میں نہیں بلکہ ان کے قول و فعل میں ہر سطح پر دورخی اور تضاد واضح نظر آتا ہے اس دورخی اور تضاد کے واضح، ناقابل تردید ثبوت بھی موجود ہیں۔ جس کام یا چیز کو یہ حرام، ناجائز لکھتے کہتے ہیں خود اس کے عامل اور خوگر ہیں۔ ایصال ثواب کے لیے سوئم چہلم کو ہندوؤں کی رسمیں اور ناجائز کہتے ہیں اور خود یہ آغاخانیوں تک کے لیے مغفرت کی دعا کرتے اور ان کے سوئم اور چہلم میں بھی جاتے ہیں۔ ان کے بڑے جسے حرام اور کفر کہتے ہیں، چھوٹے وہی کرتے ہیں اور چھوٹے جس کو حرام اور کفر کہتے ہیں ان کے بڑے اس کو جائز اور ثواب ثابت کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے میری کتاب "سفید و سیاہ" ملاحظہ فرمائیں)۔

☆ اور اب آپ ان ہی دیوبندیوں کی تحریروں کے مختلف اقتباسات ملاحظہ فرمائیں مگر اس سے پہلے جھوٹ کے حوالے سے کچھ ارشادات پیش ہیں تا کہ واضح ہو کہ خود اپنی کتابوں میں یہ احادیث لکھ کر بھی یہ دیوبندی جھوٹ سے کتنی رغبت رکھتے ہیں۔

برصغیر کے مشہور عالم دین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فرزند حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ (ﷺ)" مجھ میں چار بری عادتیں ہیں، پہلی یہ کہ زناکار ہوں، دوسری یہ کہ چوری کرتا ہوں، تیسری یہ کہ شراب پیتا ہوں اور چوتھی یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں ان چاروں برائیوں میں سے جس ایک برائی کو آپ فرمائیں، میں آپ کی خاطر اسے چھوڑ دوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس شخص نے پکا وعدہ کرلیا کہ اب جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دن گزرا، رات شروع ہوئی تو اس کا جی چاہا کہ شراب سے شغل کرے اور پھر حرام کاری کرے تو خیال آیا کہ صبح جب رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور سرکار ﷺ پوچھیں گے کہ رات تم نے شراب پی کر بدکاری کی تو کیا جواب دوں گا؟؟ اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور حرام کاری کی سزا کا مستحق ہو جاؤں گا۔ اگر نہیں کہوں گا (یعنی انکار کروں گا) تو جھوٹ ہوگا اور وعدہ کر چکا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ سوچ کر وہ دونوں برائیوں سے باز رہا۔ جب رات کا خاصا حصہ گزر گیا تو چوری کے ارادے سے گھر سے نکلنا چاہا تو پھر خیال آیا کہ نبی پاک ﷺ کے سامنے اقرار کروں گا تو ہاتھ کٹے گا

اور جھوٹ کہوں گا تو وعدہ خلافی ہوگی، اس خیال کے آتے ہی چوری کے جرم سے بھی وہ باز رہا۔ صبح ہوتے ہی رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بے تابانہ پہنچا اور عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھ سے جھوٹ کیا چھڑوایا، میری دوسری تمام بُری خصلتیں بھی چھوٹ گئیں۔ نبی پاک ﷺ اس کی اس بات سے خوش ہوئے۔

مؤطا امام مالک میں صفوان بن سلیم تابعی سے مرسلاً روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا مسلمان نامرد بھی ہوسکتا ہے......؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا، ہاں ہوسکتا ہے۔ پھر عرض کی گئی کہ کیا بخیل بھی ہوسکتا ہے......؟ فرمایا ہاں ہوسکتا ہے پھر پوچھا کہ کیا جھوٹا بھی ہوسکتا ہے......؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا نہیں ہوسکتا۔

جناب سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی (ﷺ) جلد ششم میں لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے......؟ فرمایا سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے، اور جو ایمان سے بھرپور ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اس نے پھر پوچھا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے......؟ فرمایا، جھوٹ بولنا، جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا اور جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا دوزخ میں جائے گا۔ (مسند احمد اول، ص ۱۷۶ مصر، ص ۵۷۵)

جناب سلیمان ندوی اپنی اسی کتاب کے ص ۵۷۶ پر لکھتے ہیں: "اسلام کے لغت کا سخت ترین لفظ "لعنت" ہے لعنت کے معنی "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور محرومی" کے ہیں قرآن پاک میں اس کا مستحق شیطان بتایا گیا ہے اور اس کے بعد یہودیوں، کافروں اور منافقوں کو اس کی وعید سنائی گئی ہے، لیکن کسی مومن کو کذب (جھوٹ) کے سوا اس کے کسی فعل کی بناء پر لعنت سے یاد نہیں کیا گیا۔"

اس مختصر تفصیل سے معلوم ہوا کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے، جو جھوٹ بولتا ہے وہ اپنے مسلمان ہونے کی نفی کرتا ہے، جھوٹ دوزخ میں لے جاتا ہے اور جھوٹ وہ فعل قبیح (۱/۲

کام) ہے جو لعنت کا مستحق بناتا ہے۔ علمائے دیوبندی کی تحریروں سے یہ جاننے کے بعد انہی کی مستند کتابوں سے کچھ اقتباس ملاحظہ ہوں۔ قارئین ان دیوبندیوں کی متضاد تحریریں دیکھ کر خود ہی فیصلہ کرلیں کہ جھوٹ اور منافقت ان دیوبندیوں کو کس قدر مرغوب ومحبوب ہے۔

☆ ارواح ثلاثہ، کتاب کا دوسرا نام حکایات اولیاء ہے، جناب اشرفعلی تھانوی اس کے مرتب کرنے والے ہیں، اس کے ص ۲۸۱ پر جناب رشید احمد گنگوہی کا یہ ارشاد وہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ "مدرسہ دیوبند اللہ کا ہے"۔

جامعہ رشیدیہ ساہی وال کے ماہ نامہ "الرشید" لاہور کا "دارالعلوم دیوبند نمبر" ماہ فروری مارچ ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ اس کے ص ۱۳۷ پر دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے مہتمم جناب قاری محمد طیب قاسمی کی تحریر بعنوان "الہامی مدرسہ" ہے، وہ لکھتے ہیں: "یہ مدرسہ بالالہام غیب قائم کیا گیا ہے...... وہ الہامات غیب جن کے تحت ۱۰ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء میں اس ادارے کا آغاز کیا گیا"...... اور تاریخ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ کراچی کے ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ "۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۹۶۷ کو دارالعلوم کی بناء رکھ دی گئی۔ "الرشید کے ص ۱۵۰ پر جناب محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں: "محمد قاسم نانوتوی نے ۱۲۱۳ھ ایک دینی وعلمی مرکز کی بنیاد رکھی جو آج دارالعلوم اور جامعہ قاسمیہ کے نام سے شہرہ آفاق ہے"۔

تاریخ دارالعلوم دیوبند مصنفہ سید محبوب رضوی مطبوعہ دیوبند کے ص ۱۵۵ پر ہے: "۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء بروز پنج شنبہ چھتے کی قدیم مسجد کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے سائے میں نہایت سادگی کے ساتھ کسی رسمی تقریب یا نمائش کے بغیر دارالعلوم کا افتتاح عمل میں آیا۔"

الرشید کے ص ۱۴۳ پر جناب مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"چنانچہ مورخہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو نہایت سادگی کے ساتھ اس عظیم دینی درس گاہ کا آغاز کیا گیا"...... ص ۲۱۰ پر ہے: "دارالعلوم کا قیام ۱۲۸۲ھ میں ہوا۔" ص ۲۸۲ پر ہے "دارالعلوم دیوبند قدرت ربانی کا ایک الہامی شاہ کار ہے، اس کی رحمت کا ایک چھینٹا جب سرزمین دیوبند پر پڑا تو اس خطہ ارضی پر قال اللہ و قال الرسول کے وہ انوار

برسے کہ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۸ء سے آج ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء جس کو ہجری حساب سے ایک سو دو سال کا عرصہ ہو چکا ہے، اس کی تجلیات اور برکات...... تمام دیار اسلام پر نازل ہو رہی ہیں۔" انظر شاہ کشمیری فرماتے ہیں: "دیوبند کا وجود قدرت کا ایک عظیم لطیفہ ہے۔ (البلاغ، ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ، ص ۴۸)

☆ دیوبندیوں کی تقریباً ہر کتاب میں جناب محمد قاسم نانوتوی کو دار العلوم دیوبند کا بانی لکھا گیا ہے۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند کے مطابق ان کا دار العلوم دیوبند، اللہ کا مدرسہ ہے، الہامی مدرسہ ہے، غیبی الہامات کے تحت اس کا آغاز ہوا، قیام کی تاریخ میں اختلاف ہے، اس کی تجلیات و برکات بھی ہیں جو نازل ہو رہی ہیں۔ اور اس کے بانی محمد قاسم نانوتوی ہیں۔

☆ ماہنامہ البلاغ، کراچی ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ کے شمارے میں ص ۴۸ پر جناب انظر شاہ کشمیری کا بیان ہے:

"لیکن اپنے علم و مطالعہ کی بنیاد پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند حضرت حاجی عابد حسین المغفور کی زیر تربیت بن رہا تھا وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہوتا۔" اور حاشیہ میں لکھتے ہیں: "سمجھنے کے لیے صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ چھتہ کی مسجد جہاں سے دار العلوم کی ابتداء ہوئی ہے، حضرت حاجی صاحب مرحوم کی نشست گاہ یہی مقدس عمارت ہے۔ اس مسجد میں رمضان المبارک کے چاروں جمعوں میں اب تک میلاد، حضرت حاجی صاحب کی یادگار میں جاری ہے۔"

☆ "احوال و آثار و باقیات و متعلقات محمد قاسم نانوتوی" میں کتاب "حالات مولوی محمد قاسم صاحب" کا مکمل متن شائع کیا گیا ہے، نور الحسن راشد کاندھلوی کی مرتبہ یہ کتاب مکتبہ سید احمد اردو بازار لاہور سے طبع ہوئی ہے۔ اس کے ص ۲۰۶ پر ہے:

"وہی زمانہ تھا کہ بنا مدرسے دیوبند کی پڑی، مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں، مدرس کے لیے تنخواہ پندرہ روپے تجویز ہوئے اور چندہ شروع ہوا، چند ہی روز گزرے کہ چندہ کو افزونی ہوئی اور مدرس بڑھائے گئے اور مکتب فارسی اور حافظ قرآن مقرر ہوئے اور کتب خانہ جمع ہوا، مولوی محمد قاسم صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آئے اور پھر ہر طرح اس مدرسہ کے سرپرست ہوئے۔"

حاشیہ میں ہے: "حضرت حاجی عابد حسین دیوبندی، دیوبند کے پرانے خاندان سادات سے تعلق تھا۔ ۱۲۵۰ھ (۳۵-۱۸۳۴ء) میں ولادت ہوئی، بارہ سال کی عمر میں مولوی ولایت علی دیوبندی سے بیعت ہوئے، نوعمری میں والد کی وفات کی وجہ سے عطارہ کی دوکان کر لی تھی، بعد میں میاں جی کریم بخش رام پوری (وفات ۱۲۷۹ھ) سے بیعت ہوئے، اجازت و خلافت ملی اور بیعت کا وسیع سلسلہ جاری ہوا، دیوبند میں مدرسہ عربیہ (دارالعلوم) قائم کرنے کی پہلی آواز حاجی صاحب نے بلند کی، پہلی کوشش اور پہلا چندہ بھی حاجی صاحب کی توجہ سے ہوا تھا، بعد میں اور حضرات کی کوششوں اور توجہات سے اس کو ترقی ملی، حاجی صاحب دو مرتبہ دارالعلوم کے مہتمم بھی رہے، حاجی صاحب کو اوراد و عملیات میں بہت شہرت اور غیر معمولی کمال حاصل تھا، مدرسہ کی خدمت کے علاوہ ایک بڑی مصروفیت تعویذ و عملیات کی تھی، ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (۱۹ نومبر ۱۹۱۳ء) کو بخار ہوا تھا اسی میں ظہر کے بعد وفات ہوگئی۔ (مزید معلومات کے لیے تذکرۃ العابدین، نذیر احمد دیوبندی ص ۶۳ تا ۸۹ دہلی ۱۳۳۳ھ)"

کتاب "تذکرۃ العابدین" جو تین سو صفحات پر مشتمل ہے اس کے ص ۶۳ کی پہلی سطریوں شروع ہوتی ہے: "ذکر خاص فضائل اختصاص قطب العالم حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب محبِ واثق خالق مطلق محبوب الٰہی، مجمع فضائل نامتناہی بانی مدرسہ عربی و جامع مسجد دیوبند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما نور اللہ مرقدہما خلیفہ حضرت میاں جی کریم بخش صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں"۔ اسی کتاب کے ص ۶۸ پر ہے: "ایک روز آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا صبح کو مولوی فضل الرحمٰن صاحب وغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ علم دین اٹھا جاتا ہے کوئی تدبیر کرو کہ علم دین قائم رہے، جب پرانے عالم نہ رہیں گے تو کوئی مسئلہ بتانے والا بھی نہ رہے گا۔ جب سے دہلی کا مدرسہ گم ہوا ہے کوئی علم دین نہیں پڑھتا۔ اس وقت سب صاحبوں نے عرض کیا کہ جو آپ تدبیر فرمائیں وہ ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چندہ کر کے مدرسہ قائم کرو اور کاغذ لے کر اپنا چندہ لکھ دیا اور روپے بھی آگے دھر دیے اور فرمایا کہ ان شاء اللہ ہر سال یہ چندہ دیتا رہوں گا چناں چہ اسی وقت سب صاحبان موجودہ نے بھی چندہ لکھ دیا پھر حاجی صاحب مسجد سے باہر کو نکلے چوں کہ حاجی صاحب کبھی کہیں نہیں جاتے تھے جس کے گھر پر گئے اسی نے اپنا فخر سمجھا

اور چندہ لکھ دیا اسی طرح شام تک قریب چار سو روپیہ کے چندہ ہو گیا اگلے روز حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کو میرٹھ خط لکھا کہ آپ پڑھانے کے واسطے دیوبند آئیے فقیر نے یہ صورت اختیار کی ہے، مولوی محمد قاسم صاحب نے جواب لکھا کہ میں بہت خوش ہوا خدا بہتر کرے، مولوی ملا محمود صاحب کو پندرہ روپے ماہ وار تنخواہ مقرر کر کے بھیجتا ہوں وہ پڑھاویں گے اور میں مدرسہ مذکور میں ساعی رہوں گا۔

چناں چہ ملا محمود صاحب دیوبند آئے اور مسجد چھتہ میں عربی پڑھانا شروع کیا، جب یہ خبر عام ہوئی کہ علم عربی پڑھانے کو مدرسہ قائم ہو گیا ہے اور تعلیم شروع ہو گئی تو طالب علم جوق در جوق آنے لگے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں باعث کثرت طلبا مسجد میں گنجائش نہ رہی تب ایک مکان کرایہ پر لیا گیا مگر اس قدر کثرت طلباء ہوئی کہ تنہا ملا محمود صاحب تعلیم نہ دے سکے چناں چہ اس عرصہ میں چندہ بھی زیادہ آنے لگا۔ اس وقت حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی فضل الرحمن صاحب و مولوی ذوالفقار صاحب، مولوی مہتاب علی صاحب و منشی فضل حق صاحب وغیرہ کو اہل شوریٰ قرار دیا۔" اور ص ۷۰ پر ہے: چناں چہ مولوی ذوالفقار علی صاحب سابق ممبر و امین مدرسہ عربیہ دیوبند نے اپنے رسالہ الھدیۃ السنیہ فی ذکر المدرسۃ الاسلامیۃ الدیوبندیہ میں لکھا جو ہمارے پاس مطبوعہ ۱۳۰۷ھ مطبع مجتبائی دہلی موجود ہے"۔

☆ "تاریخ دار العلوم دیوبند" کے ص ۱۵۵ میں یہ ہے کہ نانوتوی صاحب نے "حضرت حاجی محمد عابد صاحب کو ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مدرسہ شروع کر دیا جائے میرے آنے کا انتظار نہ کیا جائے میں بھی ساعی رہوں گا۔" تذکرۃ العابدین کے ص ۷۲ پر ہے کہ حاجی صاحب حج کے لیے تشریف لے گئے تھے حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان خالی مت کرو اور جامع مسجد بھی بغیر مدد تمہاری نہیں بن سکتی۔ حاجی صاحب واپس آئے تو والہانہ استقبال ہوا۔ حاجی صاحب نے مدرسہ کی کیفیت دیکھی اور پڑتال کی تو روپیہ کم پایا یعنی حساب میں گڑبڑ تھی چناں چہ فرمایا کہ روپیہ جمع کر دو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔

تذکرۃ العابدین کے مولف لکھتے ہیں کہ کئی سال بعد اہل شوریٰ کا یہ مشورہ ہوا کہ مدرسہ علیحدہ بنوایا جاوے" وہ لکھتے ہیں کہ اس کے واسطے جگہ خریدنی پڑی اہل شوریٰ نے حاجی صاحب

ہی سے کہا کہ وہی جگہ تجویز کریں چناں چہ حاجی صاحب نے جگہ تجویز کر کے خرید کی جس کا بیع نامہ بھی حاجی صاحب کے نام ہے۔ مولوی رفیع الدین صاحب (جن کو حاجی صاحب حج کے لیے جاتے ہوئے مہتمم مدرسہ کا بنا گئے تھے، وہ اس وقت بھی) مہتمم مدرسہ تھے اہتمام تعمیر سپرد کیا جو کہ بفضلہ تعالیٰ آج ایک لاکھ روپیہ کی تعمیر کا مدرسہ تیار ہے اور دور دور ممالک میں جس کا نام آج روشن ہے۔" (ص ۷۳) تذکرۃ العابدین کے مولف نے ص ۷۴ پر ایک اشتہار کا مکمل متن نقل کیا ہے۔

اشتہار

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمد اللہ الذی باسمہ تتم الصالحات وتنز البرکات ونصلی و نسلم علی سید الکائنات علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات

اما بعد گزارش یہ ہے کہ جناب مولوی رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ عربی اسلامی دیوبند بعزم حج راہی مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا وتعظیما ہو گئے ہیں چوں کہ اہتمام مدرسہ کا ایک کار عظیم الشان ہے اور بسبب انتظام ایک مجمع کثیر کے مختلف جزئیات پر مشتمل ہے مثل انتظام اسباق و نگرانی ترقی خواندگی وخبر گیری خوارک و پوشاک طلبہ مسافر و درستی حساب آمد وصرف مدرسہ وغیرہ امور متعلقہ چند صد طلبہ و مدرسین جن کی تفصیل متعذر ہے لہٰذا جملہ خیر خواہان مدرسہ کو بسبب روانگی مولوی صاحب موصوف نہایت تشویش پیش آئی ناچار بجز اس تجویز کے کوئی چارہ نہ بن پڑا کہ مجتمع ہو کر بخدمت بابرکت حضرت سید محمد عابد صاحب دام برکاتہ جو بانی و مجوز اول مدرسہ ہذا و حامی و سرپرست وسرآمد ارباب مشورہ ہیں اور اول ایک عرصہ دراز تک مہتمم مدرسہ رہے ہیں اور جب جناب موصوف الصدر حج کو تشریف لے گئے تھے اس وقت مولوی رفیع الدین صاحب بجائے ان کے کار اہتمام منسوب ہوئے تھے اور تمام زمانہ اہتمام میں مولوی صاحب جملہ امور مثل جانچ و پڑتال حساب وکتاب ماہ واری مدرسہ بلکہ کار ہائے روز مرہ حسب ہدایت ومشورہ شرکت جناب حاجی (عابد) صاحب انجام دیتے تھے۔ الغرض ابتدائے اجرائے مدرسہ سے اس وقت تک جس قدر امور مدرسہ سے واقفیت حضرت جناب حاجی (عابد) صاحب کو ہے اس قدر اور کسی کو نہیں یہاں تک کہ مولوی صاحب (رفیع الدین) کو بھی نہ تھی، حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ جناب والا پھر اس

کام کو انجام دیں کیوں کہ یہ مدرسہ تو آپ ہی کا ہے۔ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

بحمد اللہ کہ سید صاحب مخدوم نے بنظر حمایت دین متین وخوشنودی رب العالمین و خرسندی روح پرفتوح حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم والہ واصحابہ اجمعین اس عرض کو قبول فرمایا جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا و شکر مساعیہ لہٰذا بخدمت جملہ ارباب چندہ واہل ہمت جو با عطائے زرو غیرہ مدرسہ کی اعانت فرماتے ہیں نیز ان بزرگوں کی جناب میں جو مدرسہ سے مراسلت فرماویں عرض ہے کہ آئندہ جملہ مکاتبت بنام نامی حضرت سید (حاجی عابد) صاحب موصوف فرماتے رہیں اور دوسرا امر واجب العرض یہ ہے کہ بملاحظہ رجسٹر چندہ واضح ہوا کہ بہت سے ارباب چندہ کی طرف بقایا سال گزشتہ وسنین ماضیہ برابر چلی آتی ہے لہٰذا ان کی خدمت عالیات میں گزارش ہے کہ بنظر تائید دین متین وبقا وترقی مدرسہ براہ کرم جلد بقایا ادا فرماویں تاکہ انتظام مدرسہ میں خلل نہ پڑے کیوں کہ اس کار خیر کا مدار صرف اعانت وامداد اہل خیر پر ہے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین الرقوم ۲۲ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

العبد رشید احمد گنگوہی، العبد محمد ضیاء الدین رام پوری، العبد مشتاق احمد دیوبندی، العبد ذوالفقار علی دیوبندی، العبد محمد فضل الرحمن دیوبندی، العبد محمد فضل حق دیوبندی۔"

یہ اشتہار ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا، اس میں بھی واضح طور پر درج ہے کہ حاجی سید عابد حسین صاحب ہی مدرسہ دیوبند کے بانی ہیں۔ علاوہ ازیں اس اشتہار میں نانوتوی صاحب کا نام تک نہیں ہے۔

تذکرۃ العابدین کتاب ۱۳۳۳ھ میں دہلی سے طبع ہوئی۔ اس کے ص ۷۵ کی آخری سطریں ملاحظہ ہوں: "بعد اشتہار کے حضرت حاجی صاحب اہتمام مدرسہ مذکور کا کرتے رہے مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد باہم ایسے قصے اور جھگڑے پیش آئے آپ نے ہر دو (مدرسہ وجامع مسجد) کے اہتمام سے استعفاء دے دیا اور خود پیران کلیر شریف بحضور مخدوم صاحب چلے گئے"۔ پھر لکھتے ہیں: "آپ قطعی مدرسہ کے کاروبار سے علیحدہ ہوگئے اور فرمایا کہ (مدرسہ کے موجودہ منتظمین میں) اب للّٰہیت نہ رہی بلکہ نفسانیت آگئی فقیر کو ان باتوں سے کیا غرض"۔ (ص ۷۶) اسی کتاب کے ص ۷۷ پر ہے: "حضرت حاجی صاحب کو اپنے اوقات کی بہت پابندی تھی چناں چہ ہر جمعہ کے روز بعد

مغرب مولود شریف ہوتا تھا اس میں بہت زر کثیر خرچ کرتے تھے اور تازیت ہمیشہ کراتے رہے...... ہر تاریخ وصال بزرگان پر نیاز ہوتی تھی اور سب کو کھانا کھلایا جاتا تھا"۔

☆ حاجی سید عابد صاحب کے نبیرہ (پوتے) سید افتخار حسین نے ایڈیٹر چراغ حرم کے نام ایک مکتوب شائع کیا اس کے ص ۸ پر وہ لکھتے ہیں:

" گزشتہ سطور سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ قیام دارالعلوم دیو بند اور اس کے کافی عرصہ بعد تک محمد قاسم صاحب (نانوتوی) دیو بند میں موجود نہیں تھے بلکہ حضرت حاجی عابد حسین صاحب نے ان کو تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے دیو بند بلایا تھا لیکن محمد قاسم صاحب (نانوتوی) نے آنے سے معذرت فرمادی تھی البتہ جناب (نانوتوی) نے مجلس شوریٰ کی رکنیت ضرور قبول فرمائی تھی اور امتحان کے سلسلہ میں میرٹھ سے دیو بند تشریف لاتے تھے...... بنائے دارالعلوم دیو بند حضرت والا (نانوتوی) سے منسوب کرنا اتنا بڑا جھوٹ، افترا صریح کذب بیانی ہے جس کے سامنے دروغ بیانی کے پچھلے تمام ریکارڈ ٹوٹ جاتے ہیں...... تاریخ شاہد ہے کہ ۱۹۰۵ء (۱۳۲۰ھ) سے محمد قاسم صاحب (نانوتوی) کو دارالعلوم دیو بند کا بانی لکھنا اور کہنا شروع کیا، یہ دروغ بیانی اس شان سے جاری ہے جس کے بارے میں ایک مفکر نے کہا تھا کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ بن جائے۔ دارالعلوم دیو بند سے پروپیگنڈا کرنے والے واقعی اس نسخہ پر پوری شدت کے ساتھ عمل کرنے میں مصروف ہیں اور حق کو حق نہ کہہ کر کتمان الشہادت کا ثبوت دے رہے ہیں لیکن مجھے یہ کہنے دیجئے کہ وہ دن اور وقت دور نہیں جب یہ حقیقت بن کر سامنے آئے گی اور وقت کا مورخ اس کذب بیانی جھوٹ اور افترا کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دے گا چناں چہ اس کا آغاز ہو چکا ہے اس سلسلے میں تاریخ کا جدید ایڈیشن ملاحظہ فرمائیں اس نام ور اور انصاف پسند مورخ نے تاریخ نویسی کا حق ادا کر دیا۔ فاضل مورخ سید محبوب رضوی صاحب نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ دیو بند" میں کہیں بھی اس قسم کا تذکرہ نہیں کیا جس سے یہ اندازہ ہو کہ دارالعلوم کی بنا محمد قاسم صاحب (نانوتوی) کے دست مبارک سے ہوئی یا ذہنی طور پر ہی نانوتوی صاحب نے تاسیس فرمائی ہو۔

یہ محمد قاسم صاحب (نانوتوی) کی ذات گرامی پر ایک بہتان عظیم ہے جس کے لیے ذمہ دار حضرات کل جواب دہ ہوں گے۔ تاریخ دیو بند کے علاوہ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۵ء) سے پہلے کی دار

العلوم کی کسی بھی رُوداد میں محمد قاسم صاحب کا بانی ہونا لکھا ہوا نہیں ملتا بلکہ قطب الہند حضرت حاجی عابد حسین کے ذکر میں اصل اصول اس مدرسے کے بانی مبانی الفاظ ملتے ہیں خود مولانا محمد یعقوب صاحب نے سوانح عمری (مطبوعہ ۱۲۹۷ھ) میں کہیں بھی یہ بات نہیں لکھی اور اشارۃً بھی نہیں لکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم صاحب ہیں جب کہ اس وقت مولانا محمد یعقوب صاحب اسی مطبع مجتبائی میں خود موجود تھے جس میں محمد قاسم صاحب تصحیح کی خدمت انجام دیتے تھے۔"

☆ کیا ملا محمود صاحب کو نانوتوی صاحب نے بھیجا تھا اور پندرہ روپے تنخواہ مقرر کی تھی؟ اس بارے میں سید افتخار حسین صاحب احوال واقعی لکھتے ہیں: "چندہ کرنے کے بعد حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور مولانا ذوالفقار علی صاحب کو مسجد چھتہ میں بلا کر مدرس کی ضرورت کے بارے میں مشورہ کیا، اس سلسلے میں متعدد اہل علم کے نام سامنے آئے لیکن حضرت حاجی صاحب نے حضرت نانوتوی کے نام پر اصرار کیا ان دونوں حضرات نے بھی اتفاق کیا بلکہ ان کے علمی تجربہ سے ان کے نام پر پورا زور دیا اسی وقت مدرس عربی کی تنخواہ پندرہ روپے تجویز کر دی گئی۔ جب حضرت حاجی عابد صاحب قدس سرہ نے اپنی اور ان دونوں حضرات کی جانب سے محمد قاسم صاحب کو میرٹھ خط تحریر کیا جس میں مدرسہ عربی کے قیام کا تذکرہ بھی کیا اور ایک مدرس کی ضرورت اور اس کی تنخواہ وغیرہ کو تفصیل سے تحریر فرمایا اور ان سب باتوں کے بعد خط میں حضرت نانوتوی سے درخواست کی گئی کہ آپ پڑھانے کے لیے دیوبند تشریف لے آئیں ہم لوگ ممنون کرم ہوں گے۔

حضرت نانوتوی نے جواب میں مدرسہ کے قیام پر اظہار خوشی فرمایا اور دیوبند آنے کے سلسلے میں مجبوری کا اظہار فرمایا چوں کہ حضرت والا مجتبائی میں تصحیح کا کام انجام دیتے تھے اور کچھ طالب علموں کو مسلم شریف کا درس بھی دیتے تھے۔ انہیں باتوں کو حضرت محمد یعقوب صاحب صدر مدرس اول نے سوانح عمری محمد قاسم صاحب (نانوتوی) میں تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے یہ سوانح ۱۲۹۷ھ میں شائع ہوئی تھی۔"

(مکتوب بنام جناب منت اللہ، دارالعلوم کا بانی کون؟ ص ۱۰، مصنفہ سید افتخار حسین)

☆ سید افتخار حسین صاحب نے یہ تحقیق بھی پیش کی مدرسہ دیوبند کے پہلے شاگرد کا نام

مولوی عبدالعزیز یا عبدالکریم ہے نہ کہ مولوی محمود۔

☆ سید افتخار حسین صاحب لکھتے ہیں کہ جناب مناظر احسن اصلاحی نے لکھا ہے "حضرت حاجی عابد حسین صاحب اپنے تقدس اور دور اندیشی کی حیثیت سے مقبول خلائق اور دیو بند میں مرجع عوام وخواص بنے ہوئے تھے جن کے بارے میں مولانا ذوالفقار علی صاحب ممبر شوریٰ دار العلوم دیو بند کا یہ فقرہ نقل کیا جاتا ہے کہ مدرسہ دیو بند کو سلطان روم بھی بغیر حاجی سید محمد عابد صاحب کی مدد کے نہیں چلا سکتا۔" (ص ۱۶، ۱۷)

☆ ص ۲۲ پر سید افتخار حسین شاہ لکھتے ہیں: "۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۵ء سے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ دار العلوم کی تاسیس حضرت نانوتوی نے فرمائی ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں حضرت حافظ محمد احمد صاحب ابن حضرت محمد قاسم صاحب (نانوتوی) دار العلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ اپنے نام کے ساتھ حضرت محمد قاسم صاحب کو آٹھ سال تک سابق سرپرست لکھتے رہے۔ اور کہیں بھی آپ نے بانی کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔ البتہ ۱۳۲۰ھ سے بانی دار العلوم لکھا جانے لگا۔ کیا حضرت نانوتوی ۱۳۲۰ھ سے پہلے بانی نہیں تھے؟ اگر فی الحقیقت بانی تھے تو ۱۳۲۰ھ سے پہلے کیوں بانی نہیں لکھا گیا؟ شروع کے اکابرین نے بانی کیوں نہیں لکھا؟ ۱۹ سال تک مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ رہے ان کے اہتمام کے زمانہ میں (نانوتوی) کو بانی کیوں نہیں لکھا گیا؟ منشی فضل صاحب ممبر شوریٰ کئی سال تک مہتمم رہے انہوں نے (نانوتوی) کو بانی نہیں لکھا۔ حضرت حاجی (سید عابد) صاحب قدس سرہ دس سال مہتمم رہے انہوں نے نانوتوی کو بانی نہیں لکھا؟

☆ سید افتخار حسین نے ص ۲۳ پر نزہۃ الخواطر جلد ۶ کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ نانوتوی صاحب مدرسہ دیو بند کے قیام کے وقت میرٹھ میں تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں انہوں نے حج کا سفر کیا اور واپس آکر بھی میرٹھ میں رہے۔

☆ تاریخ دار العلوم دیو بند، مطبوعہ دیو بند کے ص ۱۵۶ پر "قیام دار العلوم کا اعلان" کے عنوان سے ایک اشتہار کا مضمون ہے اس میں بھی پہلا نام حاجی عابد حسین صاحب کا ہے۔ یہ اعلان ۱۹ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بروز دوشنبہ کو شائع ہوا۔ اسی کتاب کے ص ۱۶۱ پر دار العلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے سات ارکان کے نام لکھے گئے ہیں ان میں بھی پہلا نام حضرت حاجی عابد حسین

صاحب کا ہے۔ اسی کتاب کے ص ۱۷۰ پر نانوتوی صاحب کی ۱۲۹۰ھ میں جلسہ تقسیم انعام میں ہونے والی تقریر کے متن میں یہ جملے موجود ہیں:

"سب دور و نزدیک رہنے والے جانتے ہوں گے کہ اس مدرسہ کی بنیاد دیوبند والوں نے ڈالی، اس امر میں وہ سب کے امام ہیں۔" ص ۱۸۳ پر عنوان ہے "دارالعلوم کی اولین عمارت کا سنگ بنیاد" یہ سنگ بنیاد ۲ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو رکھا گیا۔ (ص ۱۸۲) اسی کتاب کے ص ۱۸۷ پر ہے کہ دار العلوم دیوبند شروع شروع میں "مدرسہ اسلامی عربی دیوبند" کے نام سے موسوم رہا...... ۱۲۹۶ھ میں جناب محمد یعقوب نانوتوی نے پہلی مرتبہ اسے دارالعلوم کہا۔ اسی کتاب کے ص ۱۸۹ پر جناب محمد قاسم نانوتوی کی وفات کا ذکر ہے اور اس میں انھیں دارالعلوم دیوبند کا بانی نہیں بلکہ "مربی و سرپرست" لکھا ہے۔

ص ۱۹۴ پر یہ بھی ذکر ہے کہ "دار العلوم کے آئین چندے کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ "چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب وملت" اس کتاب میں جناب محمد قاسم نانوتوی کے بیٹے حافظ محمد احمد اور نانوتوی صاحب کے پوتے قاری محمد طیب صاحب کی بطور مہتمم تقرری کے بیان میں بھی یہ مذکور نہیں کہ یہ دارالعلوم کے بانی کے بیٹے یا پوتے ہیں بلکہ انہیں دارالعلوم کے سرپرست کی اولاد لکھا گیا۔ اور جناب رشید احمد گنگوہی کو بھی جناب محمد قاسم نانوتوی ہی کی طرح سرپرست لکھا گیا ہے۔

☆ آپ (حاجی صاحب) کے مزار مقدس کے سرہانے جو کتبہ لگا ہے اس پر جلی حرفوں میں یہ عبارت کندہ ہے۔

"یہ مزار حاجی سید محمد عابد حسین بانی دارالعلوم (دیوبند) کا ہے"

☆ "قریب پانچ سال پہلے جب میں دہلی کے ایک مشہور ہفت روزہ اخبار کے لیے کام کرتا تھا جب میں نے یہ تحقیقات کی تھی کہ دارالعلوم (دیوبند) کا اصلی بانی کون تھا؟ اور اسی زمانے میں میرا ایک مضمون اس موضوع پر شائع ہوا تھا جس میں تمام تر ثبوت کے ساتھ یہ بتایا گیا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے اصل بانی حاجی سید عابد حسین صاحب تھے، یہ تمام ثبوت آج بھی میرے پاس موجود ہیں۔" (مراسلہ قاضی فرید پاشا آزاد، نائب قاضی شہر مظفر نگر، قومی آواز دہلی۔ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۷ء)

☆ "مجھے یاد ہے میں اس وقت دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، شیخ الاسلام سید

حسین احمد اور شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی حیات تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کو بانی دار العلوم کون؟ تحقیق سپرد کی گئی مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے قلم سے حضرت حاجی عابد کو بانی دار العلوم (دیوبند) تحریر کیا، قاری طیب صاحب نے اعتراض کیا، مولانا مناظر احسن گیلانی نے فرمایا میری تحقیق یہی ہے کہ حضرت حاجی عابد بانی دار العلوم ہیں اور میں اپنے قلم سے اس کو قلم زد نہیں کروں گا، آپ کی مرضی آپ اپنے قلم سے اس کو قلم زد کر دیجئے۔ قاری (طیب) صاحب نے برہمی کا اظہار فرمایا اور اپنے قلم سے اس کو قلم زد کر دیا (جس کی لاٹھی اس کی بھینس) یہ مثال قاری طیب صاحب نے صحیح کر دکھائی، (معصوم کوئی نہیں ہے) حقیقت اپنی جگہ ہے کہ دار العلوم (دیوبند) کے بانی حضرت حاجی عابد ہیں۔ حافظ محمد احمد مہتمم رہے پھر ان کے بیٹے قاری طیب مہتمم رہے اس وجہ سے ان کے دادا (محمد قاسم نانوتوی) بانی دار العلوم بن گئے، حقیقت سے انحراف کب تک کریں گے کبھی نہ کبھی تو حقیقت کھل کر سامنے آ ہی جاتی ہے"۔ (مراسلہ محمد یونس فارغ التحصیل دار العلوم دیوبند قومی آواز دہلی، ۱۶ دسمبر ۱۹۹۷ء)

☆ "میری اپنی جان کاری کے مطابق محمد قاسم نانوتوی دار العلوم کے قیام کے آٹھ سال بعد دیوبند تشریف لائے اسی زمانے میں نظریاتی اختلاف کی بناء پر حاجی عابد حسین صاحب نے ایک تحریر کے ذریعے اس عمارت کی سرپرستی وقف کی شکل میں محمد قاسم نانوتوی کے خاندان کے حوالے کر دی، واضح ہو یہ تحریر ۱۹۱۸ء میں دار العلوم پر ناجائز قبضے کے بعد عدالت میں یہ ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی تھی کہ دار العلوم ایک وقف ادارہ ہے، جب کہ ناجائز قابض گروپ نے اس کو عدالت میں رجسٹرڈ ادارہ کہا تھا۔ اوپر کی چند سطریں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ بانی دار العلوم کون ہے؟" (مراسلہ کمل دیوبندی، قومی آواز دہلی ۱۶ دسمبر ۱۹۹۷ء)

☆ "الہدیۃ السنیہ فی ذکر المدرسۃ الدیوبندیہ" نامی مختصر عربی رسالہ (مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ) مولوی ذوالفقار علی صاحب کا تحریر کیا ہوا ہے، اس کا یہ ابتدائی اقتباس ملاحظہ ہو۔ (اردو ترجمہ نور الحسن کاندھلوی کرتے ہیں)

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شانہ وعز سلطانہ نے اس ملک میں خیر برپا کرنے اور اذعان و یقین اور تحقیق و تصدیق کے ساتھ دینی علوم اور ضروری فنون

کے احیاء کے ذریعہ بندوں کی رہنمائی کا ارادہ فرمایا تو ایسے شخص کے دل میں مدرسہ کی تاسیس کا خیال ڈالا، جو ذات سے سید، حسب ونسب میں اعلیٰ، شرافت ونجابت میں یکتا، قدسی صفات اور خداداد عظمت کے مالک، خوش تدبیر، چھوٹوں کے لیے شفیق، بڑوں کی توقیر کرنے والے، اپنی مثال آپ، حسن وجمال، شوکت وجلال، صورت وسیرت، صفائی باطن پاک طینتی روشن فکری اور ذکاوت طبع میں بے مثال بلند کردار خوش منظر، صلاح ومشورے کی بھرپور قابلیت رکھنے والے، اگر کسی کو ہماری بات پہ یقین نہ آئے تو واقعہ یہ ہے کہ تجربات نے اس کی تصدیق کردی ہے۔ موصوف شرم وحیا، تقویٰ وعبادت، جود وسخا کے پیکر اور فخر روزگار ہیں (جن کا نام نامی) عالی جناب محمد عابد ہے، اللہ انہیں قائم ودائم رکھے، ان کی بلند آرزوؤں کی تکمیل کرے، جب تک دنیا قائم رہے اور پڑھنے لکھنے کا چلن رہے، اس مدرسہ (مدرسہ دیوبند) کی بنیاد تقویٰ اور بہترین طرز پر رکھی گئی ہے اگرچہ نہ حالات موافق ہیں اور نہ وقت سازگار ہے، یہ سب خدائے عزیز وعلیم اور حکیم و علیم کا مقرر کردہ نظام ہے، اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب اور افراد کار مہیا کردیتا ہے، جب وہ کوئی چیز چاہتا ہے تو اس کے لیے اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے، پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے، جس کے حضور تم سب کو جانا ہے۔

چناں چہ سید صاحب نے اس فکر کی تائید اور اس کار ثواب میں تعاون کے لیے ۱۲۸۲ھ میں اہل خیر حضرات سے گزارش کی، انہوں نے آپ کی صدا پر کان دھرتے ہوئے لبیک کہا اور آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے آپ کے پیچھے ہولیے، جس کے نتیجے میں مدرسہ آپ کی قابل قدر کوششوں سے علم اور اہل علم کا گہوارہ، فضل وکمال اور اس کے قدردانوں کا مرکز، دین اور اس کے حاملین کی پناہ گاہ بن گیا اور اس میں تعجب کی کیا بات ہے، بیٹا باپ کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس سے نواز دیتا ہے، خدا کی ذات عظیم فضل والی ہے، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اس طے شدہ کام کی تکمیل واستحکام اور اسلامی علوم کے احیاء کے لیے گرامی مرتبت عالم دین کو مامور فرمایا...... میری مراد ابوالہاشم محمد قاسم (نانوتوی) سے ہے"۔

(ص ۲۴۷، احوال وآثار باقیات ومتعلقات محمد قاسم نانوتوی)۔

(واضح رہے کہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی، مدرسہ دیوبند کے بتائے جانے والے پہلے شاگرد محمود حسن دیوبندی کے والد ہیں، محمود حسن صاحب کو دیوبندی لوگ شیخ الہند کہتے ہیں اور یہ اشرف علی تھانوی کے بھی استاد ہیں)۔

مدرسہ دیوبند اور علمائے دیوبند کے خواب اور اقوال:

ان خوابوں کے لکھنے والے دیوبندی وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، نبی کو اپنے انجام کی بھی خبر نہیں، نبی مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ)۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں خود کو بہت بڑا عالم ثابت کرنے کے لیے نبی کو بے خبر لکھا ، نبی کو ناکارہ لکھا۔ (معاذ اللہ) مگر یہی لوگ اپنے بڑوں اور اپنے دار العلوم کی بڑائی بیان کرنے پر آئے تو کیا کیا خواب اور اقوال انہوں نے لکھے اور کس طرح خود اپنے ہی عقائد ونظریات اور اپنی تحریروں کو جھٹلایا، یعنی اگر یہ اپنے خوابوں کو سچا کہیں تو ان کے یہ خواب ان کے عقیدوں کو جھوٹا اور غلط ثابت کرتے ہیں۔ اور اگر یہ اپنے عقیدوں کو صحیح قرار دیں تو ان کے یہ خواب یہی ثابت کرتے ہیں کہ یہ گڑھے ہوئے اور جھوٹے خواب ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

☆ "یہ جگہ عموماً شہر کا میلا پونے اور کوریوں کی جگہ تھی دار العلوم (دیوبند) کے قیام سے تقریباً ایک صدی یا کم وبیش پہلے یہاں سے سید احمد رائے بریلوی مع اپنے رفقاء مجاہدین کے گزرے تو فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی بو آتی ہے اور اسی گندی جگہ سے بالآخر ۱۸۰۸ء کے بعد علوم نبوت کی اشاعت وترویج شروع ہوئی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دار العلوم کی جگہ انتخاب بھی الہامی ہے، جو باشارات غیب پہلے سے منتخب تھی اور آخر کار اسی جگہ پر ان اہل اللہ کا قرعہ فال پڑا اور اس میں دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی۔

زمین مل جانے کے بعد جناب رفیع الدین صاحب دیوبندی، مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند (جو نقش بندی خاندان کے اکابر میں سے تھے، صاحب کشف وارادت اور صاحب کرامات بزرگ تھے) کے زمانہ اہتمام میں عمارت مدرسہ تجویز ہوئی اور اس کی پہلی بنیاد کھود کر تیار کی گئی اور وقت آگیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت اٹھائی جائے کہ رفیع الدین صاحب نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر حضرت اقدس نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں، عصا ہاتھ میں ہے، حضور (ﷺ)

نے رفیع الدین سے فرمایا "شمال کی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ (ﷺ) نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہئے تا کہ مدرسے کا صحن وسیع رہے (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) رفیع الدین خواب دیکھنے کے بعد علی الصباح بنیادوں کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے تو حضور (ﷺ) کا نشان لگایا ہوا اسی طرح بدستور موجود تھا تو رفیع الدین نے پھر نہ ممبروں سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا، اسی نشان پر بنیاد کھدوادی اور مدرسے کی تعمیر شروع ہوگئی، اس سے واضح ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی بنیادیں بھی الہامی اور ارشادات غیب کے تحت ہیں"۔ (الرشید ص ۱۳۸)

☆ "اس (دارالعلوم دیوبند کی پہلی عمارت نودرہ) کا نقشہ من جانب اللہ قلوب میں الہام ہوا تھا"۔ (الرشید ص ۲۲۳)

☆ "جناب رفیع الدین مہتمم ثانی دارالعلوم کا مقولہ بزرگوں سے سننے میں آیا کہ مدرسہ دیوبند کا اہتمام میں نہیں کرتا بلکہ جناب نانوتوی کرتے ہیں، جو جوان کے قلب پر وارد ہوتا ہے وہ میرے قلب میں منعکس ہو جاتا ہے اور میں وہی کام کر گزرتا ہوں...... اس سے واضح ہے کہ اس مدرسے کے امور مہمہ بھی اشارات غیب اور الہامات ہی سے انجام پاتے تھے۔" (الرشید ص ۱۴۰۔) رفیع الدین نے فرمایا "ابتداء میں اہتمام سے ناکارہ اور بے زار تھا۔ لیکن جب بھی چھوڑنے کا ارادہ کرتا تو جناب نانوتوی روک دیتے تھے۔ مجبوراً پھر کام میں لگ جاتا تھا اور ردوانکار اور جبر واصرار کے چند دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ مولسری دارالعلوم کا کنواں دودھ سے بھرا ہوا اور اس کی من پر حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرمارہے ہیں، لینے والے آرہے ہیں اور دودھ لے جا رہے ہیں۔ کوئی گھڑا لے کر آرہا ہے، کوئی لوٹا، کوئی پیالہ اور کسی کے پاس برتن نہیں ہے تو وہ چلو ہی بھر کر دودھ لے رہا ہے اور اس طرح ہزاروں آدمی دودھ لے کر جا رہے ہیں، فرمایا کہ وہ خواب دیکھنے کے بعد میں مراقب ہوا کہ اس واقعے کا کیا مطلب ہے؟ تو مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں صورت مثال دارالعلوم کی ہے اور دودھ صورت مثال علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ نبی کریم ﷺ ہیں اور یہ آکر دودھ لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ

ہوتا ہے اور طلبہ آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں، کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی......
اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسے کے لیے طلباء کا انتخاب بھی من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ (ص ۱۳۹، ۱۴۰)

☆ "ایک مرتبہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مدرسہ قائم فرمایا ہے، اور خواب ہی میں آپ نے اس مدرسہ کے ایک طالب علم سے خصوصی ملاقات بھی فرمائی، کچھ عرصہ کے بعد جب دار العلوم قائم ہوا اور رفیع الدین صاحب اس کے مہتمم بنائے گئے تو ایک روز آپ نے ایک طالب علم کو دیکھ کر فرمایا یہی وہ طالب علم ہے جس کو میں نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مدرسہ میں دیکھا تھا۔" (ص ۴۴، مبشرات دار العلوم دیوبند، مرتبہ انوار الحسن ہاشمی، مبلغ دار العلوم دیوبند، مطبوعہ مکتبہ مصطفائیہ، دیوبند ۱۳۷۵ھ)

☆ جناب عامر عثمانی نے اپنے مجلّے میں یہ نظم شائع کی، ملاحظہ ہو۔

"دیوبند سے"

کیا گردش دوراں کا فسوں دیکھ رہا ہوں
دیوبند تیرا حال زبوں دیکھ رہا ہوں
سمٹا ہوا ساحل ہے کہ ٹھیری ہوئی موجیں
کیوں تیرے سمندر میں سکوں دیکھ رہا ہوں
اٹھے تیری آغوش سے کتنے ہی مجاہد
اغیار کا اب صید زبوں دیکھ رہا ہوں
اللہ رے یہ مسند افتاء کی اہانت
اپنوں کا بھی ہوتا ہوا خوں دیکھ رہا ہوں
آوارگی فکر و نظر اہل حرم کی
تا چند مگر جوش جنوں دیکھ رہا ہوں
جو داعی اسلام تھے وہ ویش بھگت ہیں
نیرنگی دوراں کا فسوں دیکھ رہا ہوں

اسلاف کے دل بھی تیرے فتووں سے ہیں مجروح
تکفیر کا یہ شوق فزوں دیکھ رہا ہوں
غیروں سے ہے الفت تجھے اپنوں سے ہے الجھاؤ
بدلا ہوا انداز جنوں دیکھ رہا ہوں
یہ منصب افتاء ارے فتووں کی یہ اندھیر
فن کارئ شیطاں کا فسوں دیکھ رہا ہوں"

(ماہنامہ تجلی دیوبند ص۵۳، مئی ۱۹۵۷ء)

☆ "جناب محمد یعقوب صاحب نانوتوی اولین صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کا مکاشفہ اپنے بزرگوں سے بارہا سننے میں آیا فرمایا کہ میں دارالعلوم کی وسطی درس گاہ نودرہ سے عرش تک نور کا ایک مسلسل سلسلہ دیکھتا ہوں جس میں کہیں بھی بیچ میں فصل یا انقطاع نہیں اور اسی لیے بزرگوں کا بلکہ خود اپنا بھی تجربہ یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ جو بہت سے مطالعے سے بھی حل نہیں ہوتا اس درس گاہ میں بیٹھ کر پڑھنے اور سوچنے سے حل ہو جاتا ہے اور اس میں شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسے کا فیضان بھی کچھ رسمی اسباب کے تابع نہیں بلکہ من اللہ قلوب طلباء و اساتذہ پر وارد ہوتا ہے اور ان میں علمی شرح صدر پیدا ہو جاتا ہے۔ جناب محمد یعقوب کا یہ بھی مکاشفہ ہے کہ درس گاہ نودرہ کے سامنے صحن میں درس گاہ کے ایک دو گز کے فاصلے پر اگر کسی جنازے کی نماز پڑھی جائے تو وہ مغفور ہوتا ہے...... اس مدرسہ کے اساتذہ اور عہدے داروں میں بھی تکوینی طور پر ایسے ہی حضرات کا انتخاب ہوتا رہا ہے جو صاحب نسبت اور صاحب دل ہی ہوتے رہے ہیں۔

بہر حال اس مدرسے کے ابتدائی تصور اس کی جگہ کا انتخاب، اس کا اجراء، اس کا سنگ بنیاد، اس کے ذمہ داروں کا انتخاب۔ اس کے طلباء کی تشخیص، طریق کار اور طریق اجراء احکام سب ہی کچھ اس عالم اسباب سے زیادہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے میں نے اس مدرسے کا لقب عنوان میں "الہامی مدرسہ" رکھا ہے۔ (ص ۱۳۰، ماہنامہ الرشید)

☆ دارالعلوم دیوبند کا اجراء عام موجودہ طریقے پر نہیں ہوا کہ چند افراد نے بیٹھ کر مشورہ کیا

ہو کہ ایک مدرسہ قائم کیا جائے اور مجموعی رائے سے مدرسہ دیو بند قائم کر دیا گیا ہو بلکہ یہ مدرسہ بالہام غیب قائم کیا گیا ہے (ص ۱۳۷، ماہنامہ الرشید)

☆ "مولانا فضل الرحمٰن مولانا ذوالفقار علی اور ایک صوفی بزرگ حاجی عابد حسین نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیو بند میں قائم کریں چنانچہ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ (۳ مئی ۱۸۶۷ء) کو دیو بند کی مشہور چھتہ والی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے کھلے صحن میں اس تاریخی درس گاہ کا آغاز ہوا"۔

☆ "۱۹ محرم ۱۲۸۳ھ (۷ مئی ۱۸۶۷ء) کو ایک اشتہار کے ذریعے قیام مدرسہ کا اعلان کیا گیا۔" (الرشید ص ۳۹۰)

☆ "پھر قاسم نانوتوی نے مدرسہ کے لیے آبادی کے باہر ایک کشادہ اور وسیع عمارت بنانے کی تجویز پیش کی اور ایک وسیع قطعہ اراضی خریدنے کے بعد ۲ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۶ء کو جمعہ کے دن موجودہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔" (ص ۳۹۱، الرشید)

☆ "وہی زمانہ تھا کہ مدرسہ دیو بند کی بنیاد ڈالی گئی اور مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیو بند میں قائم کریں۔" (ص ۲۲۲ سوانح قاسمی جلد دوم)

☆ "مدرسہ کی باقاعدہ عمارت کا آغاز ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں ہوا تھا۔ پہلی اینٹ مولانا احمد علی محدث سہارن پوری نے دوسری جناب محمد قاسم نانوتوی نے، اور تیسری جناب رشید احمد گنگوہی نے رکھی۔" (ص ۵۵۰، الرشید)

☆ جناب رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: "مدرسہ دیو بند اللہ کا ہے۔ اس کے مخالف اللہ کے قصوروار ہیں۔" (ارواح ثلاثہ ص ۲۸۱)

☆ جناب محمد قاسم نانوتوی کے ایک خادم دیوان محمد یاسین صاحب کی بیان کی ہوئی یہ حکایت جناب اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ارواح ثلاثہ میں لکھتے ہیں: ۔ "یکا یک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور خلفاء اربعہ ہر چہار کونوں پر موجود ہیں، وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آ کر مسجد میں ٹھہر گیا اور آں حضرت ﷺ نے خلفاء اربعہ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلا لو، وہ

تشریف لے گئے اور مولانا کو لے کر آگئے آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا مدرسہ کا حساب لائیے، عرض کیا حضرت حاضر ہے، اور یہ کہہ کر حساب بتلانا شروع کیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا، حضرت ﷺ کی خوشی اور مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی، بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مولانا اب اجازت ہے؟ حضرت نے عرض کیا جو مرضی مبارک ہو، اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہوگیا"

☆ جناب قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں:۔ "نانوتوی نے نہ دارالعلوم کے احاطہ میں بیٹھ کر کبھی پڑھایا نہ اس کے انتظامات کے سلسلے میں رسمی طور پر کبھی کوئی عہدہ قبول کیا...... بظاہر دارالعلوم دیوبند کے انتظامی قصوں سے حضرت والا (نانوتوی) تعلق نہیں رکھتے تھے۔" (سوانح قاسمی، ص ۲/۳۳۰۔۲/۳۲۔۳۔۱/۲۷۳)

☆ مدرسہ دیوبند کے پہلے صدر مدرس جناب محمد یعقوب فرماتے ہیں:۔ "مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس مدرسہ (دیوبند) کا پڑھا ہوا کوئی آدمی دس روپے سے کم کا ملازم نہ ہوگا۔" (تھانوی کے پسندیدہ واقعات، ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

☆ جناب ضیاء الرحمٰن ضیاء کا یہ شعر ملاحظہ ہو، دیوبند شہر کے لیے فرماتے ہیں۔

"اے خوشا دیوبند، جلوہ زار حسن عالماں
مکۂ ہندی، زیارت گاہ ارباب دلاں"

(الانور، ص ۲)

☆ "جناب حسین احمد مدنی نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرا خواب انہوں نے ہی یہ دیکھا تھا کہ مدرسہ (دیوبند) کے چمن میں خانہ کعبہ ہے، اور لوگ اس کا طواف کر رہے ہیں۔"

(ص ۱۳، مبشرات دارالعلوم دیوبند)

☆ "محمد یعقوب صاحب نے خواب میں دیکھا کہ جنت ہے اور اس میں ایک طرف چھپر کے مکان بنے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ "اے اللہ یہ کیسی جنت ہے، جس میں چھپر ہیں؟ پھر جس وقت صبح کو مدرسہ آیا مدرسہ کے چھپر نظر پڑے تو ویسے ہی چھپر تھے، (جیسے خواب میں دیکھے تھے) یہ زمانہ مدرسہ (دیوبند) کا ابتدائی زمانہ تھا، تب تعبیر سمجھ میں آئی کہ یہ مدرسہ

کی مقبولیت دکھائی گئی ہے۔" (ص ۳۲، مبشرات دارالعلوم بحوالہ اضافات یومیہ، جلد اول، ص ۱۰۳)

☆ جناب محمد قاسم نانوتوی کے پوتے جناب قاری محمد طیب قاسمی اپنے دادا کا یہ خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا:

"میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے ہاتھوں اور پیروں کی دسوں انگلیوں سے نہریں جاری ہیں اور اطراف عالم میں پھیل رہی ہیں۔" (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۸)

☆ سوانح قاسمی جلد ۱ کے صفحہ ۱۳۳ پر یہ خواب جناب مناظر احسن گیلانی یوں بیان کرتے ہیں: "نانوتوی صاحب نے ایک خواب ایام طالب العلمی میں دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں سے ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔" جناب اشرفعلی تھانوی نے اسے ارواح ثلاثہ کے ص ۲۴۷ پر نقل کیا اور دوسرا خواب ارواح ثلاثہ کے صفحہ ۲۰۴ پر یوں ہے: "نانوتوی نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شے پر بیٹھا ہوا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔" مناظر احسن گیلانی صاحب نے سوانح قاسمی جلد اول کے ص ۱۳۲، پر اسے نقل کیا"۔

☆ تعطیر الانام فی تعبیر المنام کے حاشیہ پر منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام ہے جو امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ہے، عیسی البابی الحلبی مصر کی مطبوعہ کے ص ۴۳ پر ہے:۔ "ان رجلا اتی ابن سیرین فقال رایت کانی اصلی فوق الکعبة فقال اتق اللہ فانی اراک خرجت عن الاسلام" اور علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ تعطیر الانام کے ص ۱۷۳ جلد ۲ پر فرماتے ہیں:۔ "ومن رای انه یصلی فوق الکعبة فانه یرتد عن دین الاسلام".

ایک شخص حضرت ابن سیرین کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں (فوق کعبہ) کعبے کی چھت پر نماز پڑھتا ہوں تو ابن سیرین نے کہا کہ اللہ سے ڈر، پس میں دیکھتا ہوں کہ تو اسلام سے خارج ہو گیا ہے، اور علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور جو کوئی دیکھے کہ وہ کعبے کے اوپر (کعبے کی چھت پر) نماز پڑھتا ہے، تو بلاشبہ وہ مرتد ہو گیا یعنی دین سے پھر گیا ہے۔ خواب میں کعبے کی چھت پر نماز پڑھنا دین سے خارج ہو جانے کی نشانی ہے، تو کعبے کی چھت پر کھڑے ہونا اور کھڑے ہوئے شخص سے جو جاری ہوا وہ کیسے اچھا شمار ہو سکتا ہے؟

چناں چہ انہی نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہ مان کر خود کو دین سے خارج کیا اور لکھا کہ امتی اکثر عمل میں نبی کے مساوی ہو جاتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ (معاذ اللہ)

ابن شاہین نے بھی لکھا ہے کہ ومن رای انه علی سطح الکعبة فقد نبذ الاسلام بمعصیته۔

☆ جناب مناظر احسن گیلانی جنہوں نے لکھا کہ: "طے ہو گیا کہ رمضان کے بعد بجائے ٹونک، خاکسار دار العلوم دیوبند ہی کا احرام باندھے گا۔" وہ لکھتے ہیں کہ انور شاہ کشمیری، اللہ تعالیٰ کو بڑے میاں اور بڑے صاحب کہا کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

(ص ۴۱۔ ۱۰۳۔ ۱۰۵، احاطہ دار العلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن)

☆ یہی جناب مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:۔ "نانوتوی نے ایام طفلی میں یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ جل شانہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔" (ص ۱۳۲/۱۔ سوانح قاسمی)

☆ لکھتے ہیں: "نانوتوی صاحب نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ میں مر گیا ہوں اور لوگ مجھے دفن کر رہے ہیں تب قبر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کچھ نگینے سامنے رکھے اور یہ کہا کہ یہ تمہارے اعمال ہیں۔ اس میں ایک نگینہ بہت خوش نما اور کلاں ہے۔ اس کو فرمایا کہ یہ عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔" (سوانح قاسمی ص ۱۳۲/۱)

☆ گیلانی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تو ہے کہ انی جاعلک للناس اماما (یعنی خدا نے کہا کہ تمہیں لوگوں کا میں امام بناؤں گا) کا وعدہ ان سے کیا گیا اور یہ وعدہ پورا ہوا، اور پورا ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک امتی نانوتوی کو امام ماننے والوں کو بھی آج کوئی گننا چاہے تو کیا گن سکتا ہے؟" (سوانح قاسمی ص ۱۳۳/۱)

☆ لکھتے ہیں: "تم سے (یعنی نانوتوی سے) حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے۔" (ص ۲۵۹/۱) یہ بھی لکھا کہ: "نانوتوی کی قبر عین کسی نبی کی قبر میں واقع ہے"۔

☆ اسی کتاب کے ص ۲۷۸/۱ میں ہے: "نانوتوی نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے مبارک میں مجھے ڈھانپ کر بھی اندر لاتے ہیں اور

بھی باہر لے جاتے ہیں...... (یعنی) براہ راست نبوت کبریٰ کی طرف سے آپ (نانوتوی) کی حفاظت ونگرانی کا انتظام کیا گیا تھا۔"

☆ نانوتوی صاحب کے پوتے جناب قاری محمد طیب قاسمی نصف صدی تک دار العلوم دیوبند کے مہتمم رہے۔ "مجالس حکیم الاسلام" کے نام سے ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان نے ایک کتاب دو جلدوں میں شائع کی ہے جس کے شروع میں قاری محمد طیب کی سوانح بھی ہے۔ ان کے بارے میں اسی سوانح میں ہے کہ نانوتوی کے بیٹے حافظ محمد احمد کے ہاں کئی برس سے اولاد نہیں ہورہی تھی، عبدالسمیع صاحب کو جناب محمود حسن دیوبندی نے فرمایا کہ حافظ صاحب کے کئی برس سے اولاد نہیں ہورہی ہے اور تمہاری تمنا ہے کہ نانوتوی کی نسل باقی رہے اور چلتی رہے، فتح پور ہسوا میں ایک بزرگ ہیں جو اولاد کے سلسلے میں مستجاب الدعوات ہیں تم وہاں ان کی خدمت میں جاؤ اور میری طرف سے درخواست کرو کہ یہ صورت حال ہے وہ دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ حافظ محمد احمد کو اولاد کی دولت سے نوازیں، چناں چہ عبدالسمیع صاحب گئے اور عرض کی تو ان بزرگوں نے لڑکا ہونے کی بشارت دی۔" (ص ۲۵/۱)

☆ یہ قاری طیب جب پیدا ہوئے تو جشن منایا گیا۔ ان کی رسم بسم اللہ بھی بڑے دھوم دھام سے ہوئی (ص ۲۷/۱) انہی قاری طیب کو نانوتوی نے خواب میں اپنے سینے سے لگا کر زور سے دبایا تو یہ امکان کذب (اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے) (معاذ اللہ) کے موضوع پر بڑی تیزی سے تقریر کرنے لگے۔ (ص ۳۵/۱)

☆ یہی قاری طیب اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں: "پھر ایک ڈیڑھ سال کے بعد ہم نے ایک خواب دیکھا اور خواب یہ تھا کہ میں (قاری طیب) اور یہ سارے بزرگ مدینہ منورہ میں حاضر ہیں اور ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں (حسین احمد) مدنی بھی ہیں اور عبدالسمیع وغیرہ دوسرے سارے بزرگ بھی (حسین احمد) مدنی نے چائے منگوائی، اس پر میں نے عرض کیا ہم لوگ زیارت کے لیے آئے ہیں، اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ پہلے زیارت سے فارغ ہوجائیں پھر چائے پیتے رہیں گے۔ چناں چہ سب حضرت ہوٹل سے اُٹھ گئے اور حرم نبوی شریف پہنچے میں نے دیکھا کہ نیچے حرم شریف ہے اور اس کے اوپر دار العلوم دیوبند مدرسہ ہے۔ اس منظر

سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ دارالعلوم دیوبند تو ہندوستان میں ہے اور اسے ہم یہاں حرم نبوی کے اوپر دیکھ رہے ہیں۔ میں دارالعلوم میں زمانہ طالب علمی میں صدر دروازے کے اوپر جس کمرہ کے اندر رہا کرتا تھا، میں نے سوچا جب پورا دارالعلوم ہے تو اس میں میرا وہ حجرہ بھی ہوگا اور دفتر اہتمام بھی ہوگا۔ چناں چہ میں پہلے اپنے کمرہ میں گیا، پھر اہتمام میں حاضر ہوا، دیکھا وہاں ہمارے سارے بزرگ موجود ہیں، حسین احمد مدنی کے بڑے بھائی سید احمد بھی موجود ہیں، اور پلاؤ کا ایک دیگچہ بھی تیار رکھا ہوا ہے۔ وہ مجھ سے کہنے لگے میں بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں، کھانا کھالو ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پلاؤ نکل کر سامنے بھی آ گیا۔ سب حضرات کھانے پر بیٹھ گئے۔ یہاں پھر میں نے سبھوں سے عرض کیا حضرت ہمارا مقصد زیارت ہے نہ کہ یہ کھانا، میری رائے تو یہ ہے کہ ہم لوگ پہلے زیارت سے فارغ ہو جائیں پھر اطمینان سے کھانا کھائیں، یہ سن کر سب حضرات نے فرمایا یہ ٹھیک کہتا ہے کھانا چھوڑ دو چلو پہلے زیارت کرلیں پھر کھانا کھالیں گے۔ وہاں سے اٹھ کر ہم سب نیچے حرم شریف میں آ گئے۔ میں نے دیکھا کہ حرم شریف اس قدر چوڑا ہے کہ اس میں ہزاروں ستون ہیں اور اخیر میں بالکل اندھیرا ہو گیا ہے۔ وہاں کوئی روشنی نہیں ہے اور نہ کوئی چیز نظر آتی ہے اور ہم لوگ حرم میں داخل ہو گئے اور جس طرح ہم لوگ بڑھتے جا رہے تھے اندھیرا بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اندھیرے کی وجہ سے کچھ لوگ واپس ہو گئے۔ اخیر میں تنہا رہ گیا۔ میں نے کہا جو کچھ ہو میں ہر حال میں زیارت سے فارغ ہو کر ہی جاؤں گا۔ پھر ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھا، کافی دور پہنچنے کے بعد ادھر سے کچھ روشنی محسوس ہوئی، میں نے روضہ اقدس (ﷺ) کو دیکھا کہ وہ بارہ دری سے بنی ہے۔ ہر طرف تین تین دروازے ہیں اور ان کے درمیان میں ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے۔ اس پر سرور کائنات نبی کریم ﷺ آرام فرما ہیں اور سر سے پیر تک سفید چادر تنی ہے۔ اس وقت میری یہ کیفیت ہے کہ مجھ پر گریہ وزاری طاری ہے اور اس کی وجہ سے آنکھیں تر ہیں۔ ہیبت کی وجہ سے میرے پیر حرکت نہیں کرتے مگر اندر سے جذبہ یہ ہے کہ جو بھی ہو کسی طرح اندر پہنچ جاؤں، آنکھوں میں آنسو، پیر آگے بڑھتے نہیں مگر پھر بھی آہستہ آہستہ چل رہا ہوں، یہاں تک کہ روضہ اقدس ﷺ میں داخل ہو گیا، اور میرے گھٹنے اس چارپائی سے لگ گئے جس پر آرام فرما ہیں۔ آپ نے اپنا دست مبارک باہر نکالا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے مضبوط سے تھام

لیا اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی مگر دیکھا میرے ہاتھ اسی طرح تھے جس طرح میں نے آپ کا ہاتھ مضبوط تھام رکھا تھا۔ اس خواب کے بعد جو طبیعت میں گرانی تھی وہ جاتی رہی، اور میں نے سمجھا یہ خدمت (دارالعلوم دیوبند کا مہتمم ہونے کی) میرے سپرد من جانب اللہ ہے......

اسی پریشانی کے عالم میں آپ (قاری طیب) نے دوسرا خواب دیکھا، اس میں یہ دیکھا کہ اہتمام کے اوپر جو کمرہ ہے اور جس میں آپ اس زمانہ میں یک سوئی کے ساتھ اہتمام کے کام انجام دیا کرتے تھے وہ جنت میں آ گیا ہے، یا وہ جنت ہی میں ایک کمرہ ہے، جس وقت اس کمرے میں پہنچے ہیں کوئی ہاتف کہہ رہا ہے **سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین** مگر اس (ہاتف) کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے کہ وہ کون ہے؟ پھر آپ کی آنکھ کھل گئی (قاری طیب) فرماتے ہیں اس خواب سے بھی مجھے تسکین ہوئی اور بار بار استعفاء دینے کا جو خیال دل میں آتا ہے اسے میں نے نکال دیا۔ (ص ۶۳-۶۴-۶۵/۱۔ مبشرات دارالعلوم۔ ص ۵۳ تا ۵۶)

☆ جناب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور جناب غلام خان راولپنڈی والے کے استاد جناب حسین علی واں بھچرانی کا خواب بھی ملاحظہ ہو، یہ حسین علی صاحب وہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے، جب بندے کوئی کام کر لیتے ہیں پھر اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ نبیوں کو طاغوت (شیطان) کہا جا سکتا ہے اور لکھتے ہیں کہ نبیوں کا کمال یہی ہے کہ وہ عذاب سے نجات پا لیں (معاذ اللہ) ان کی لکھی ہوئی تفسیر بلغۃ الحیران میں ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ پل صراط پار کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ گرنے لگے تو حسین علی واں بھچرانی نے انہیں تھام کر گرنے سے بچایا۔ (ص ۸) (معاذ اللہ)

☆ یہ خواب بھی ملاحظہ ہو، اس میں رسول کریم ﷺ کو مدرسہ دیوبند اور علمائے دیوبند کا شاگرد اور فیض یافتہ بتانے کی شرارت وجسارت کی گئی ہے۔ (معاذ اللہ)، کتاب براہین قاطعہ میں ہے "ایک صالح، فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ (ﷺ) کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی، آپ تو عربی ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ اس سے مرتبہ مدرسہ (دیوبند) کا معلوم ہوا۔" (ص ۲۶)

☆ براہین قاطعہ وہ کتاب ہے جس میں لکھا ہے کہ شیطان کا علم نبی سے زیادہ ہے۔ (معاذ

اللہ) اس کتاب کے لکھنے والے جناب خلیل احمد امیٹھوی ہیں دیوبندی تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس ان کے خلیفہ ہیں۔

جہاد کشمیر اور علمائے دیوبند:۔

☆ روزنامہ قومی اخبار کراچی کی ۱۸ اپریل ۲۰۰۱ کی اشاعت میں جناب حامد میر اپنے کالم "قلم کمان" میں لکھتے ہیں۔

کوا چلا ہنس کی چال

"ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ پہلے تو بھارت سے آنے والے سیاستدانوں، ریٹائرڈ جرنیلوں، فنکاروں اور دانشوروں کو پاکستان میں حمید اختر اور عاصمہ جہانگیر جیسے میزبان ملتے تھے اور ہم انہیں دین سے بیزار عناصر قرار دے کر ان کی خوب خبر لیتے تھے، لیکن اب بھارت سے آنے والوں میں مولانا اسعد مدنی بھی شامل ہو گئے جن کی میزبانی کا شرف مولانا فضل الرحمٰن کو حاصل ہوا، موصوف نے پشاور میں عالمی دیوبند کانفرنس میں شرکت کی اور اپنے رعب و دبدبے کے ذریعہ تین دن تک کسی مقرر کو کشمیر میں بھارتی فوج کے ظلم و ستم کے خلاف نہیں بولنے دیا، اگر کسی مقرر نے اپنی غیرت ایمانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر کشمیر کا ذکر چھیڑا تو اسے زبردستی روک دیا گیا، اس کانفرنس نے آخری دن جو قراردادیں منظور کیں ان میں امریکہ کی مذمت تو کی گئی بھارت کی مذمت نہیں کی گئی حالانکہ بھارت صرف کشمیر میں نہیں بلکہ افغانستان، فلسطین اور چیچنیا میں بھی حق پرست مجاہدین کے مخالفوں کا اتحادی ہے، دیوبند کانفرنس کی قرارداد میں کہا گیا کہ پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر کو باہمی مذاکرات سے حل کر دیں یہ قرارداد صاف صاف بھارتی موقف کی تائید کر رہی تھی جو مسئلہ کشمیر کو دو طرفہ قرار دیتا ہے حالاں کہ پاکستان اس مسئلے کو سہ فریقی مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی بات کرتا ہے، جتنے دن کانفرنس جاری رہی پشاور سے کئی علماء سمیت جہادی تنظیموں کے کمانڈروں نے مجھ سے فون پر رابطہ کیا اور کہا کہ میں مولانا اسعد مدنی کے خلاف زبان کھولوں، دار العلوم دیوبند سے آنے والے کئی علماء نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم جہاد کشمیر کے حامی ہیں لیکن مولانا اسعد مدنی کی بھارت نوازی کے باعث مجبور ہیں تاہم میں خاموش رہا، کیوں کہ میزبان مولانا فضل الرحمٰن تھے اور میرا خیال تھا کہ وہ خود اس حوالے سے کوئی وضاحت کر دیں گے لیکن ان کی

طرف سے بھی خاموشی رہی، اتوار کو حرکت المجاہدین کے سیکریٹری جنرل مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے صبح ہی صبح فون کر دیا، انہوں نے مختلف اخبارات میں شائع شدہ ایک خبر کی طرف توجہ دلائی، خبر کے مطابق مولانا اسعد مدنی نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں علماء کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر میں جہاد نہیں بلکہ بغاوت چل رہی ہے اور وہاں جان دینے والوں کو ہم شہید نہیں سمجھتے۔ مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے بتایا کہ مدنی صاحب جامعہ خیر المدارس سے باہر آئے تو کچھ نوجوانوں نے ان پر پتھراؤ کیا لیکن پولیس نے انہیں بچالیا، افسوس تو اس بات کا ہے کہ علماء نے مولانا اسعد مدنی کے سامنے خاموشی اختیار کیے رکھی، حالانکہ مفتی نظام الدین شامزئی سمیت کئی جید علماء جہاد کشمیر کے حق میں فتویٰ دے چکے ہیں۔ بھلا ہو ان نوجوانوں کا جنہوں نے مولانا اسعد مدنی کو بتادیا کہ پاکستان کے عام مسلمان مکمل طور پر کشمیری مجاہدین کے ساتھ ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ اگر یہ باتیں عاصمہ جہانگیر کرتی تو علماء طوفان اٹھادیتے لیکن افسوس کہ جب یہ باتیں مولانا اسعد مدنی نے کیں تو علماء خاموش رہے۔

☆ روزنامہ قومی اخبار کراچی میں جناب حامد میر جمعرات ۱۹ اپریل ۲۰۰۱ کی اشاعت میں "مصلحت پسندی" کے عنوان سے اپنے کالم "قلم کمان" میں لکھتے ہیں:

"جمعیت علماء ہند کے سربراہ مولانا اسعد مدنی کے حوالے سے لاہور اور کراچی کے اخبارات میں 15 اپریل کو ایک خبر شائع ہوئی روزنامہ خبریں لاہور نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا مدنی کے خطاب کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے کشمیر میں جہاد کو بغاوت قرار دیتے ہوئے کہا کہ باغیوں کی سزا موت ہے۔ روزنامہ پاکستان لاہور کے مطابق مولانا مدنی نے کہا کہ کشمیر میں مرنے والے شہید نہیں اور مسئلہ کشمیر مذاکرات سے حل ہونا چاہئے۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی نے مولانا مدنی کے حوالے سے لکھا کہ کشمیر میں جہاد نہیں بغاوت ہو رہی ہے اور ہلاک ہونے والے شہید نہیں۔ روزنامہ امت کراچی کے مطابق مولانا اسعد مدنی جامعہ خیر المدارس سے نکلے تو کچھ طلباء نے ان کی گاڑی روک کر "کشمیر بنے گا پاکستان" کے نعرے لگائے۔ 15 اپریل کو ان خبروں کی اشاعت پر کئی احباب اور قارئین نے میرے ساتھ رابطہ کیا۔ حرکت المجاہدین کے ناظم اعلیٰ مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے بھی فون کیا اور پوچھا کہ کیا ان خبروں کی کوئی تردید جاری ہوئی

تو میں نے نفی میں جواب دیا۔ رات تک ہم نے تردید کا انتظار کیا اور جب تردید نہیں آئی تو پھر مولانا اسعد مدنی کے خیالات کی مذمت میں کالم لکھ دیا۔ 16 اپریل کو کالم کی اشاعت کے بعد مولانا فضل الرحمٰن خلیل کا دوبارہ فون آیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے کالم میں میرا حوالہ دے دیا کہ میں نے آپ کی توجہ مولانا اسعد مدنی کے بیانات کی طرف دلوائی لہٰذا جمعیت علماء اسلام کے کچھ دوست شکوہ کر رہے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کالم لکھنے کی ترغیب دی۔ اس بندہ ناچیز نے مولانا فضل الرحمٰن خلیل کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ فکر نہ کریں، میں وضاحت کر دوں گا کہ آپ صرف خبر کی تصدیق چاہتے تھے، لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ میں کبھی کسی کے کہنے پر نہیں لکھتا، جو صحیح محسوس کرتا ہوں وہ لکھ دیتا ہوں۔ 16 اپریل کو رات پونے نو بجے جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم قاری حنیف جالندھری کا فون آ گیا۔ فرمانے لگے کہ مولانا اسعد مدنی نے ہمارے مدرسے میں جہاد کشمیر کے خلاف کوئی گفتگو نہیں کی۔ میں نے پوچھا کہ قاری صاحب آپ دو دن بعد وضاحت کیوں کر رہے ہیں جب کہ یہ خبر تو کل کے اخبارات میں شائع ہوئی جس پر وہ کہنے لگے کہ میرے علم میں آج ہی آئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کراچی سے مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کا فون آ گیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تحقیق کی ہے، مولانا اسعد مدنی نے یہ بات نہیں کی۔ مفتی صاحب میرے لیے انتہائی واجب الاحترام ہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں مولانا اسعد مدنی نے جہاد کے خلاف بات نہیں کی تو میں تسلیم کر لیتا ہوں اور مدنی صاحب کے بارے میں جو الفاظ لکھے انہیں واپس لیتا ہوں لیکن پشاور کی دیوبند کانفرنس میں جو قراردادیں منظور ہوئیں ان کی تردید کون کرے گا......؟ ان قراردادوں میں بھارت کے خلاف وہ لہجہ مفقود تھا جو امریکہ کے بارے میں اختیار کیا گیا۔ بعض دوستوں کا کہنا ہے کہ بھارت سے آنے والے علماء سے ایسی باتیں کروانا مناسب نہ تھا جن سے ان کے لیے مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ یہ تو مصلحت پسندی ہے، ایسے علماء کو بلانے کا کیا فائدہ جن کے باعث آپ ظالم کو ظالم نہ کہہ سکیں......؟ مارچ 2001ء کے ہیرالڈ کراچی میں جے یو آئی سندھ کے سیکرٹری جنرل خالد محمود سومرو کا ایک انٹرویو بھی قابل غور ہے جس میں انہوں نے کہا کہ "میں پاکستان میں جہادی تنظیموں کے وجود کے خلاف ہوں" آگے چل کر سومرو صاحب نے کہا کہ یہ تنظیمیں خفیہ ایجنسیوں کی مدد سے جہاد کر رہی ہیں۔ انٹرویو کرنے والے نے پوچھا پاکستان کے مخالفین کے خیال میں طالبان کی مدد بھی خفیہ ایجنسیاں کرتی ہیں تو ان کے پاس کوئی

جواب نہ تھا۔ اس انٹرویو کی اشاعت کو ایک مہینہ گزر گیا لیکن خالد محمود سومرو نے کوئی تردید نہیں کی بلکہ جب میں نے لاڑکانہ فون کرکے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا تو گویا ہوئے کہ ہم جہاد کشمیر کے بارے میں کچھ تحفظات رکھتے ہیں۔ سومرو صاحب سے کوئی پوچھے کہ اگر خفیہ ایجنسیوں کی مدد حرام ہے تو پھر آپ گیارہ سال تک سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد کی حمایت کیوں کرتے رہے جب کہ افغان مجاہدین کی پشت پر امریکہ بھی تھا؟ بات سیدھی اور صاف ہے، کچھ لوگ مصلحتوں کا شکار ہیں۔ طالبان کی حمایت کرتے ہیں لیکن مجاہدین کشمیر کی حمایت نہیں کرتے۔ مصلحتیں آہستہ آہستہ سامنے آرہی ہیں، لیکن میری کوئی مصلحت نہیں، میں طالبان کے ساتھ بھی ہوں اور مجاہدین کشمیر کے ساتھ بھی، مجھے اعتدال پسند اور روشن خیال کہلوانے کا کوئی شوق نہیں ہے میں نے طالبان اور کشمیری مجاہدین کی حمایت بھی کسی مولانا کے کہنے پر نہیں کی بلکہ یہ حمایت ضمیر کی آواز ہے۔ یہ اور بات ہے کہ علماء اور عوام کی اکثریت نے میری ہمیشہ حوصلہ افزائی کی اور اسی حوصلے کی مدد سے انشاء اللہ آئندہ بھی مصلحت پسندی سے دور رہوں گا اور دین کے نام پر مصلحت پسندی اختیار کرنے والوں کی اصلیت سامنے لاؤں گا۔"

تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند

۱۔ تحریک خلافت کے زمانے میں جب مسلمان قربانیاں دے رہے تھے تو جناب اشرفعلی تھانوی نے تحریک خلافت میں شرکت کو بے ایمانی قرار دیا۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ ۶۵/۴/۸/۷-۱/۱۱-۱/۵۰۱/۷)

۲۔ قیام پاکستان کی تحریک میں اہلسنت علماء و مشائخ اور عوام نے اجتماعی طور پر مسلم لیگ کا پورا پورا ساتھ دیا اور تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی چنانچہ ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک جگہ جگہ عظیم الشان کانفرنسیں ہوئیں، ان میں سب سے بڑی کانفرنس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی جس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زیادہ عوام نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کی پرزور حمایت کی گئی اور علماء و مشائخ سے عہد لیا گیا کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں پاکستان کے قیام کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

اس وقت دیوبندیوں اور وہابیوں کے ستانوے فی صد افراد پاکستان کی پرزور مخالفت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ "ہم پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔" (خطبات احرار صفحہ ۹۹)

۳۔ انہوں نے گاندھی اور نہرو کا ساتھ دیتے ہوئے کہا "جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں۔" (چمنستان، مصنفہ جناب ظفر علی خان)

۴۔ حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے کہا "دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔" (چمنستان صفحہ ۱۶۵)

۵۔ دیوبندیوں کے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس ۱۹۴۶ء میں کہا "پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے۔" (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء صفحہ ۸۸۳)

۶۔ مولوی حبیب الرحمٰن اور عطاءاللہ شاہ بخاری نے قائداعظم کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدیوں سے تشبیہ دی۔ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء صفحہ ۸۸۳)

۷۔ عطاءاللہ شاہ بخاری نے کہا "پاکستان ایک سانپ ہے جو ۱۹۴۰ء سے مسلمان کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک بھیڑا ہے۔" (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء صفحہ ۸۸۳)

۸۔ رئیس الاحرار چوہدری افضل حق رقم طراز ہیں۔ کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو، کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لنگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں احرار اس کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔ (خطبات احرار صفحہ ۹۹)

۹۔ مولوی مظہر علی اظہر احراری نے کہا:۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

اسی لیے جناب ظفر علی نے لکھا تھا:۔

گالیاں دے جھوٹ بول احرار کی ٹولی میں مل
نکتہ یوں ہی ہو سکے گا حل سیاست کا

(چمنستان ص ۹۲)

۱۰۔ "مسٹر جناح آج تک کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائداعظم ہے" (سرورق رسالہ مسٹر جناح کا اسلام تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۸۸۴)

۱۱۔ جناب حسین احمد (مدنی) نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں اپنے ایک فتوے میں مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام کہا اور قائداعظم کو کافر اعظم کا لقب دیا تھا۔

اس کے جواب میں جناب شبیر احمد عثمانی نے فرمایا تھا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جو پیغام جمعیۃ العلمائے اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقع پر بھیجا تھا اس میں صاف طور سے لکھ دیا تھا کہ یہ پرلے درجے کی شقاوت وحماقت ہے، کہ قائداعظم کو کافر اعظم کہا جائے۔ (مکالمۃ الصدرین)

۱۲۔ مشہور مورخ جناب رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں جمعیۃ العلماء اور خاکسار اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنالیا تھا۔ دیوبند کے طلباء کی ایک جماعت مولانا حسین احمد مدنی کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ گشت کررہی تھی جہاں موقع ملتا مولانا آزاد بھی پرواز کرکے یعنی طیارہ پر اڑ کر پہنچ جاتے۔ غرض تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکت مومنین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ ان کا کوئی عظیم الشان جلسہ ایسا نہ ہوا جس میں مسلم لیگ کو اور قائداعظم کو ایک ایک موضھ سو سو گالیاں نہ دیں گئی ہوں۔ (آزادی ہند صفحہ ۱۶۷)

۱۳۔ چودھری حبیب احمد صاحب مصنف "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" لکھتے ہیں تحریک پاکستان کے مخالفین میں ایک اور خطرناک گروہ نیشنلسٹ علماء کا تھا۔ اس گروہ میں ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی جیسے امام الہند اور شیخ الہند شامل تھے۔ مسلمانوں کے ایک طبقہ میں انہیں بڑے تقدس اور احترام کا درجہ بھی حاصل تھا لیکن ہماری تاریخ کی یہ سب سے دل خراش اور جگر پاش داستان ہے کہ تحریک پاکستان کو ناکام بنانے میں ملت اسلامیہ کے خلاف جو مذموم کھیل انہوں نے کھیلا اور جو ناروا ڈرامے انہوں نے اسٹیج کیے۔ ملت اسلامیہ کے بدترین دشمنوں سے بھی اس کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اقبال نے اسی داستان غم کی بنا پر خون کے آنسو روتے ہوئے کہا تھا۔

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد

کہ جبریل امیں را دل خراشد

چہ خوش دیرے بنا کرد خدا بنجا
پرستد مومن و کافر تراشد

(تحریک پاکستان و نیشنلسٹ علماء پیش لفظ)

۱۴۔ انہی حالات کے پیش نظر جناب ظفر علی خان نے کہا تھا

رسول اللہ کے گھر میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جی کی کنیا عالمان دین کا ڈیرا ہے
بتوں سے جا ملے کٹ کر ہمارے مولوی ہم سے
نہ رکھی شرم انہوں نے اپنی پیشانی کے گٹے کی

۱۵۔ حسین احمد مدنی نے بھی جہاں تک ہو سکا۔ پوری قوت و ہمت سے اپنی تمام توانائیاں مسلمانوں کے ملی تشخص کو فنا و برباد کرنے کے لیے صرف کردیں اور قرآن عزیز کی واضح اور کھلی کھلی آیات مقدسہ کو الٹے سیدھے معنی پہنا کر متحدہ قومیت کے نظریہ کو حقیقی روح قرار دینے کے لیے اپنے علم و قلم کا زور صرف کیا.........اور مسلم لیگ تحریک کی سرتوڑ مخالفت کرنے کے لیے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے زیر اثر علماء دیوبند نے تقریباً 97 فی صد قیام پاکستان کی مخالفت کی یہی وجہ ہے کہ ان کے متحدہ قومیت کے غلط نظریے اور وطنیت کے باطل عقیدے کے خلاف مجبور ہو کر حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش راں کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبال نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ حسین احمد مدنی نے کہا تھا کہ "قومیں

اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں۔ یہ نظریہ اسلام کے سراسر خلاف تھا۔ (تحریک پاکستان صفحہ ۲۲۳):

۱۶۔ اسی کے متعلق جناب ظفر علی خان نے کہا تھا:۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملت ہے وطن سے
حالاں کہ ہے فرمودۂ شاہ دوسرا اور

(چمنستان صفحہ ۲۶۲)

۱۷۔ اسی کے متعلق جناب خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے کہا تھا۔

ہاں حسین احمد ہی شیخ الہند تھا کل تک ضرور
آج ہے لیکن مقام مصطفٰے سے بے خبر
مسجد نبوی میں جو کل تک رہا گرم سجود
واردھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر

(تحریک پاکستان ص ۳۹۰)

۱۸۔ انہی دنوں میں چودھری عبدالمجید خان حمید نے گوجراں والا سے ایک نظم بعنوان "گاندھی کے مولانا" ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء کے اخبار نوائے وقت لاہور میں شائع کروائی۔ اس کے دو بند ملاحظہ ہوں۔

"پیغمبر کے تم ہی جانشیں تھے
اس امت کے تمہیں تاج و نگیں تھے
تمہیں تو حامل شرع مبیں تھے
تمہیں تو مشعل ایمان و دیں تھے
مگر اب دین باقی ہے نہ ایمان
مسلمان آپ کے ہاتھوں ہیں نالاں
ذرا تو سوچیے اسلاف کیا تھے
وہ امت کے حقیقی رہنما تھے

وہ ملت پہ دل و جاں سے فدا تھے
وہ محبوب خدا و مصطفےٰ تھے
مگر ہیں آپ گاندھی جی کے محبوب
وہ طالب آپ کے آپ ان کے مطلوب"

۱۹۔ اشرفعلی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا (محمود حسن صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) اور وہ مولوی صاحب ایک موٹر میں تھے اور بعض مسلمان لیڈر بھی موجود تھے۔ جس وقت حضرت مولانا کا موٹر چلا تو ایک دم اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ اس کے بعد گاندھی کی جے۔ مولوی محمود حسن کی جے۔ کے نعرے بلند ہوئے۔" (الافاضات الیومیہ صفحہ ۲۵۵ جلد ۶)

نعرۂ تکبیر کے بعد نعرۂ رسالت کو شرک کہنے والے اپنی تاریخ اور اپنی توحید کا چہرہ دیکھیں۔

کوئی قادری ہے کوئی سہروردی
مرا فخر یہ ہے کہ میں گاندھوی ہوں

۲۰۔ ان علمائے دیوبند میں سے جناب شبیر احمد عثمانی نے ضرور قائداعظم کا ساتھ دیا مگر اس جرم کی پاداش میں ان کا جو حشر ہوا خود ان کی زبان قلم سے ملاحظہ ہو۔

"دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کیے ہیں جن میں ہمیں ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازے میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔ کیا آپ (علمائے دیوبند) میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوئے تھے۔ (مکالمۃ الصدرین صفحہ ۳۱)

۲۱۔ دیوبند کے علماء، طلباء ہندو دھرم شالہ میں جناب عبد الماجد دریا آبادی (دیوبندی) مدیر "صدق" کا حقیقت افروز بیان۔

"دریا آباد ۲۳ فروری، آج چار دن ہوئے اس قصبہ پر کانگریسی خیال کے مسلمانوں کا دھاوا ہے۔ دیوبند کے طلباء کا ایک دستہ آیا ہوا ہے اور اپنے مسلک کی تبلیغ یا کوشش تبلیغ میں مصروف ہے۔ اس میں مضائقہ نہیں، ظاہر ہے کہ ہر فریق یہی کرتا یا کرنا چاہتا ہے لیکن ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے لیکن تعلقات یہ تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہے۔ قیام ان کا دھرم شالہ میں۔ حالاں کہ قصبہ میں ایک نہیں دو سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا۔ چلنا پھرنا، کھانا پینا۔ تمام تر ہندوؤں کے ساتھ انہیں کے درمیان اور انہیں کا کا سا، حد یہ ہے کہ ان سطور کے راقم کو جب بھی انہوں نے سرفراز کیا تو ہمیشہ ہندوؤں ہی کے حلقہ میں: یہاں تک کہ ایک مسلمان صاحب تو ایک تھے اور ان کے ہندو رفقاء تین کی تعداد میں گویا توحید تثلیث کے نرغہ میں۔" (تحریک پاکستان ص ۲۵۰)

۲۲۔ جناب ظفر علی خان نے فرمایا تھا:۔

پلایا کانگریس نے ہو جنہیں دینار کا شربت
پسند انہیں کب لیگ کا شربت بزوری ہے

(چمنستان)

۲۳۔ جب مسجد شہید گنج لاہور کے معاملے میں عطاء اللہ بخاری نے اندر ہی اندر سکھوں سے ساز باز کر لی تھی اس وقت جناب ظفر علی خاں نے کہا تھا۔

سرکار مدینہ سے ملا مجھ کو بھی کمل
سکھوں نے بخاری کو جو بخشا ہے دوشالہ
خدا کے گھر کی تباہی میں حصہ دار ہوئے
یہ ظلم انہوں نے کیا آپ اپنی جاں پہ ہے

خالصہ کا ساتھ دے جب یہ شریعت کا امیر
کیوں نہ کہیے اس کو بابائے سیاسیات کا

(چمنستان صفحہ ۱۶۸+۹۴)

۲۴۔ جناب مظہر علی خان رئیس الاحرار نے ایک مسلم لیگی ٹین ساز کامریڈ محمد حسین سے کہا

ہم ہیں احرار نہیں ہم سے الجھنا اچھا
تیری اوقات ہی کیا ہے اے او ٹین فروش

۲۵۔ اس کے جواب میں کامریڈ محمد حسین محمد ٹین ساز نے کہا۔

میں نے مسجد نہیں بیچی کبھی تیری مانند
اے او چندہ کے بھوکے اے او دین فروش

(چمنستان صفحہ ۱۰۴)

پل رہے ہیں ان کے چندوں پر مگر احرار ہند
پھر ہوں کیوں وہ اپنے ان پروردگاروں کے خلاف

(چمنستان، ص ۳۳۳)

ہفت روزہ چٹان جلد ۳۰ شمارہ ۱۶، ۱۶ اپریل ۱۹۵۱ء، زیر عنوان "بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل" قسط نمبر ۱۰ کے اقتباسات میں سے ایک ملاحظہ ہو۔ ان اقتباسات میں ایڈیٹر چٹان نے اس روپیہ کا ذکر کیا ہے جو احراری لیڈر یونانسٹ حکومت اور کانگریس سے حاصل کرتے رہے۔

"جہاں تک کانگریس کے روپے کا تعلق ہے، وہ تو خود مولانا حبیب الرحمٰن کے علم میں ہے بلکہ پچاس ہزار روپے قسط دلوانے کے حصہ دار ہی آپ تھے۔ رہا یونینسٹ پارٹی کے روپے کا سوال تو میرا مخبر تمام کاغذات شاہ جی یا مولانا غلام غوث ہزاروی کو دکھانے کے لیے تیار ہے۔ ان کے سوا وہ کسی کو بھی کاغذ دکھانے کے حق میں نہیں وہ سب کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہے، وہ ایک سرکاری ملازم ہے، میں اس کا نام بھی بتانے کو تیار نہیں۔ البتہ شاہ جی اور مولانا غلام غوث چاہیں تو وہ ان سے ملنے کو تیار ہے۔"

یہی ہے شیخ حرم جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

۲۶۔ "بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ احراری مولوی یا کانگریسی مولوی کو بھیجا جاتا ہے، جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈا کرتا ہے۔" (روزنامہ کوہستان ۲ نومبر ۱۹۵۶ء)

۲۷۔ "جناب حفیظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ محمد الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت (برطانیہ) کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا۔" (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

۲۸۔ "اشرفعلی تھانوی.......... ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے، ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار انگریز حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔" (مکالمۃ الصدرین ص ۹)

۲۹۔ "جناب حفیظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیت العلمائے اسلام، حکومت (برطانیہ) کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔" (مکالمۃ الصدرین ص ۷)

باقی اقتباسات اور ان کے دین و مذہب اور ان لوگوں کے احوال جاننے کے لیے کتاب "تعارف علمائے دیوبند" مصنف حضرت خطیب اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کیجئے۔